U17260

[illegible] - 12 - 09

Title - AALIM KHAYAL

Creator - Ahmad Ali Shauq Qidwai.

Publisher - Saddique Book Dipo (Lucknow).

Date - 1931

Pages - 96

Subjects - Urdu Shayari - Majmua Kalaam.

عالمِ خیال

ایک بے اضافت و بے بدل نظم

(ہر چہار رُخ)

مصنفۂ

مولانا مولوی احمد علی صاحب شوق قدوائی لکھنوی مرحوم

مصنف ترانہ شوق، قاسم و زہرہ، لیل و نہار وغیرہ

سنہ ۱۹۳۱ع

مینیجر صدیق بکڈپو لکھنؤ نے شائع کیا
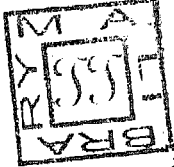
مطبوعہ عشرت اشاعت العلوم پریس فرنگی محل، لکھنؤ

طبع چہارم

قیمت عمر

مُقدّمہ

عالمِ خیال کی لطیف نظمیں کس پایہ کی ہیں؟ اس کا جواب طرزِ بیان کی سلاست، بندشوں کی نفاست، زبان کی فصاحت، مضامین کی جدّت، فطری جذبات کی کثرت، غرض اصنافِ سخن میں جتنی خوبیاں اور اُن خوبیوں میں جتنی دلفریبیاں داخل ہیں، اُن سبھوں کی مجموعی حالت اتنی شہادت دے رہی ہے کہ اُن کو لاجواب تسلیم نہ کرنا سخن فہمی کی قلمرو میں انصاف کا خون کر کے دماغ اور دل کو ظلم کا مجرم بنانا ہے۔ ارسطو کا قول ہے کہ "وہ حکیم نہیں جو شاعر نہ ہو، شاعر نہیں جو قدرت کے مناظر اور فطرت کے جذبات کو سطروں میں نہ جکڑے، شعر نہیں جو اثر کے جادو سے دلوں کو مسخّر نہ کرے" حکیم کا اطلاق اگرچہ کلّاً مفہومِ اصلی پر نہ ہو سکے، مگر جزئیہ لقب اس معنی سے ہندستان کے مشہور سحر بیان حضرت منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کو ضرور دینا چاہیے کہ اُنکی نظمیں فلسفیانہ خیالات سے اسطرح بھری ہوئی ہیں جسطرح فضائے بسیط انرجی (وہ مادہ جسپر قوت حیات کا مدار ہے) سے بھری ہوئی ہے۔ انھیں نظموں کو دیکھکر فلسفہ شاعری کا یہ کلیہ

تسلیم کر لینا پڑتا ہے کہ شاعری اور مصوری دونوں ایک مادرِ طبع کے بطن کی دختران توام ہیں عالمِ خیال ہی کی دلفریب نظموں کو دیکھیے، فلسفۂ اخلاق اور فلسفۂ معاشرت انسانی سے کس قدر آراستہ ہیں!

فارسی میں شاعری کی جامع تعریف شاید نہ ملیگی۔ یہ دوسری بات ہے کہ مختلف اقوال کو یکجا کر کے ایک نتیجہ نکال لو۔ البتہ انگریزی کے شعرا نے مختصر الفاظ میں اسکی ایسی تعریف کی ہے جسکو جامعیت کے لحاظ سے انسان کا دماغ کہنا چاہیے۔ کہ دیکھنے میں تو چھوٹا سا مگر ہونے کو تمام عالم کے خیالات کا مرکز ہے۔ مثلاً یورپ کا نامور شاعر شیلی کہتا ہے کہ شاعری فطرت کی مخفی دلفریبیوں کے چہرے سے نقاب کو اُلٹ دیتی ہے اور اُسکے جذبات کا ہمارے دلوں پر یہ اثر ہوتا ہے کہ جس شے سے ہم کو اُنس نہو اُس سے بھی اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔ ملٹن کہتا ہے سب سے زیادہ نظم کی خوبی یہ ہے کہ وہ سیدھے سادے الفاظ میں نازک خیالیوں کے ساتھ با اثر ہو۔ حضرت شوق (قدوائی) کی نظمیں فلسفہ، سائنس، سینری، یا نیچر کے کسی مذاق پر ہوں، اور عالمِ خیال کے چاروں رُخ جو اخلاق اور معاشرت کے دلفریب نقشے نظارے کے سامنے کھینچ رہے ہیں، اُن پر شیلی اور ملٹن کے اُصول شاعرانہ سے نگاہ میں ڈالی جائیں تو سب تعریفیں ٹھیک اُتریں گی۔

انسان کا کوئی خیال دو حدوں سے باہر نہیں جا سکتا، یا وہ محسوسات خارجی کے دائرے مین رہیگا یا داخلی کے۔ انھیں دو حدوں میں شاعری بھی محدود ہے۔ خارجی سے دل پر کم اثر پڑتا ہے اور داخلی سے دلی جذبات متحرک ہو کے رگ و پے میں اس طرح

دوڑ جاتے ہیں، جسطرح بجلی کا اثر جسم میں دوڑکے محسوسات انسانی پر حاوی ہو جائے۔
اب عالم خیال کی دلکش نظموں کو دیکھیے ان کے ظروف میں مصنف نے
محسوسات داخلی کو اس کثرت کے ساتھ بھر دیا ہے کہ اُن کے جذبات ہر طرف چھلکے پڑتے ہیں اور
فطرت کی دلفریب ادائیں جو حسن معاشرت کو آغوش میں دبائے ہوئے ہیں اپنی کشش سے
قوت مدرکہ پر بجلی کا اثر ڈال رہی ہیں۔ گویا خیال کے سامنے اداؤں کی ایک شکل
کھڑی ہے جسکا حسن دل کو اسطرح کھینچ رہا ہے جسطرح مقناطیس لوہے کو کھینچ لیتا ہے۔

فلسفۂ شاعری یہ قرار دیتا ہے کہ سخن سنجی وہبی ہے بیشک وہبی ہے۔ مگر موزونی طبع
وہبی ہے اور کمال فن کسبی بعض جاہل بھی موزون طبع پائے جائینگے وہ شعر کہہ لیں
لیکن یہ ممکن نہیں کہ قلمرو سخن پر قبضہ کرکے اپنا سکہ بٹھا سکیں، انکا کھوٹا سکہ اکثر ٹکسال
باہر نظر آئیگا۔ وہ ارادہ کرکے مضامین کی جدت خیالات کی نزاکت الفاظ کی سلاست
بیانات کی وسعت اور جذبات فطرت نہیں پیدا کر سکتے، انکی شاعری توقع کی مناسبت سے
فصاحت پر قابو رکھتی ہے نہ بلاغت پر۔ انکی سخن آفرینی جنگل کے خودرو پیڑ سے مشابہ ہوگی
جسکی تربیت نہ ہوا ور جا بجا کجی اور ناہمواری کے عیوب سے بدنما نظر آئے۔ اسی بناپر اعلی
درجے کے قابل اور بلند پایہ سخن فہم مسٹر بشیر حسین قدوائی نے عالم خیال کے پہلے رُخ
پر جو ریویو لکھا ہے اُس میں یہ بات بھی ظاہر کی ہے کہ "زمانے کے رنگ کے ساتھ اردو شاعری (۱)
نے بھی طرز بدلی۔ گو اس نے پہلے رکیک شعرا پیدا کیے مگر پھر حضرت شوق قدوائی کے

---

(۱) اس فقرے کا یہ مطلب ہے کہ انگریزی علم ادب کا مذاق پھیلا تو اُردو میں جذبات و محسوسات فطری کیجانب شعرا کے خیالات مائل ہوئے ۱۲

سے قادر الکلام اُستاد بھی نکالے جن کی نظمین حسن[1] اور عالم خیال کے نامون سے شاعری کی دُنیا کو محو کر چکی ہین"۔

اِس جملے کے لکھنے سے یہ منشا ہی کہ طبع کی موزونی جسکو فلسفۂ سخن وہبی قرار دے چکا ہی، اُس کو یہ قدرتِ کلام جو حضرت شوق کی دلکش نظمون مین نظر آ رہی ہی بغیر اکتساب اور تکمیل فن کے نہین حاصل ہو سکتی۔

جسطرح شاعری کو مصوری سے مناسبت ہی اسی طرح موسیقی سے بھی اور جسطرح موسیقی سے جذبات روحی جنبش مین آتے ہین اسی طرح اشعار سے بھی۔ یہ بھی ایک فلسفیانہ تناسب ہی جو علمائے فن نے قائم کیا ہی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہی کہ مصوری کی نقاشی اور موسیقی کا تلذذ روحی دونون اوصاف شاعری مین موجود پائے جاتے ہین، دیکھو! خیال جو خود بھی مصور ہی اُس نے شاعرانہ قلم سے عالم خیال مین وہ نقاشیان کی ہین کہ عورت اور مرد کے محسوسات فطری اور جذبات دلی تصویرون کے لباس مین پڑھنے والے کے سامنے آ جاتے ہین، اور اُن سے حسن باطنی کو ویسا ہی تلذذ روحی حاصل ہوتا ہی جیسا موسیقی سے۔

شاعری کی بحث مین اشعار کے قوی الاثر ہونے کی نسبت کارلائل کا یہ قول بہت صحیح ہی کہ اگر خیالات کا اظہار سچے پیرایہ مین نہین ہوتا تو اشعار کا اثر دیر تک نہین قائم رہتا۔ مین سچے پیرایے کی یہ شرح کرتا ہون کہ اس تعریف کا انحصار کچھ چشم دید

---

[1] یہ ایک جداگانہ نظم ہی جو نہایت ہی لطیف ہی اور گنجینہ نامی مجموعہ مین شائع ہوئی ہی۔

حالت پر نہیں ہی بلکہ ہی ایسا بیان جو فطرت کے سانچے مین ڈھل جائے، با اثر اور دیر
ضرور ہو گا۔ **عالم خیال** کے چوتھے رُخ مین اظہار شکر رنجی کیلئے عورت کی دلفریب
اداؤن کا جو نقشہ کھینچا گیا ہی وہ چشم دید نہین ہی، مگر ایسا ہی کہ گویا آنکھون کے سامنے
سچی اداؤن کا دریا لہرین لے رہا ہی۔ اسی دلچسپی سے اس نظم کا اثر دل سے ایسا لپٹ
جاتا ہی کہ ہٹائے نہین ہٹتا۔

○ **عالم خیال** کے چارون رخون پر چار ریویو اس تفصیل سے نکلتے ہین :-

(۱) پہلے رُخ پر مسٹر مشیر حسین قدوائی بیرسٹرایٹ لا کا
(۲) دوسرے رُخ پر مسٹر محمد سلیمان بیرسٹرایٹ لا کا۔
(۳) تیسرے رُخ پر سید مقصود علی آسیونی کا
○ (۴) چوتھے رُخ پر سید شبیر حسن مجسٹریٹ بھوپال کا۔

انگریزی علم ادب کے اعتبار سے مین دونون قابل بیرسٹرون کی محققانہ نگاہون
کو مغربی شاعری کی دُنیا مین بہت وسیع پاتا ہون، اور اردو کے اعتبار سے بزم سخن
فہمی مین چارون برابر کی کرسیون پر نظر آرہے ہین۔

○ پہلا رُخ ہندوستان کی ایک ایسی جوان مگر دل شکستہ عورت کے قلبی محسوسات اور
باطنی خیالات کا مجموعہ ہی جس کا شوہر پردیس مین ہی اور اُسکی یاد مین محو اپنے
○ دل سے باتین کر رہی ہے

بعض ناواقف جو انسانی فطرت کا مذاق نہین رکھتے، وہ حیات انسانی کے فلسفہ کو

نہین سمجھ سکتے، اور اسکو نہین سمجھ سکتے تو جذبات قلبی تک اُنکی قوت مدرکہ کی رسائی
معلوم! اُنکی نظر فہم کی دُنیا مین دل اور زبان کا فرق نہ دیکھ سکے تو تعجب نہ کرنا چاہیے اُنکا
ہمزبان صرف وہ شخص ہوسکتا ہے جو بصارت کے نہونے سے دِن کو دن اور رات کو رات
نہ سمجھ سکے حضرت قدوائی بیرسٹر نے اپنے ریویو مین فطرت انسانی پر نہایت قابلیت
کے ساتھ فلسفیانہ بحث کرتے کرتے ایسے ہی نابیناؤن کی نسبت یہ فقرہ نہایت معقول
تحریر فرمایا ہے کہ وہ انسانی عالم خیال کے فلسفہ سے نابلد محض ہین

اِن نظمون کے جسمون مین فطرت انسانی کا فلسفہ روح بنکے پھیلا ہوا ہے۔ چنانچہ
بلند خیال بیرسٹر حضرت قدوائی نے اپنے ریویو مین نظم کے تسلسل کو دکھاتے ہوئے
اخلاق اور معاشرت کے فلسفیانہ خیالات کو ایک دوسرے کے بعد سلسلہ بیان مین اسطرح
دکھایا ہے جسطرح کوئی موتیون کو ایک دھاگے مین پرو کے لڑی کو آنکھون کے سامنے رکھدے
اور پھر مسٹر محمد سلیمان نے بھی اپنے ریویو مین جابجا فطرت انسانی کے فلسفہ پر مناسب
اور معقول بحث کی ہے۔ یہ دونون جواہر نگار تمغے نظمون کے چمکانے کو کافی ہین

دونون قابل بیرسٹر علم ادب کے وسیع میدانون مین جستجو اور تحقیق کی نگاہون کو
دوڑا کے اس امر پر اتفاق کر چکے ہین کہ اُردو درکنار یورپ کی زبانون مین عالم خیال
کی سی دلفریب اور مسلسل نظمین جنمین فطرت انسانی کے جذبات بھرے ہون کہین نہین
ہین۔ یہ فیصلہ صحیح ہے! شیکسپیر نے جذبات کے نقشے کھینچے ہین لیکن نہ ایسے مسلسل اور
نہ عورت اور مرد کے پاکبازانہ برتاؤ اور حصر محبت کے ساتھ حضرت شوق قدوائی کے

کمال سخنوری پر مسٹر محمد سلیمان کا یہ فقرہ موتیون مین تولنے کے قابل ہے کہ مرد کا قلم عورت کا دل بن کر بول رہا ہے - اس سے زیادہ کمال فن اور قدرت کمال کی بلیغ تعریف نہین ہوسکتی،

فطرت انسانی کا فلسفہ ایسا نازک ہے کہ اس کا راستہ چلنے مین بغیر کافی علم اور ذاتی تجربہ کے اگر لوگ غلط فہمی کے خارزار مین اُلجھ جائین تو کچھ تعجب نہ کرنا چاہیے اگر حضرت قدوائی بیرسٹر نے یورپ اور ایشیا کی عورتون کا فلسفیانہ موازنہ کرکے ثابت نہ کردیا ہوتا کہ میزان فطرت مین دونون ملکون کی عورتون کے خیالات انسانی کا وزن برابر ہے تو شاید بعض لوگ عالم خیال کو دیکھ کر فطرت انسانی کے سیدھے راستے سے بہک جاتے - بلاشبہ فطرت انسانی ایک ہی سی ہے - اگر سوسائٹی کا اثر طرز معاشرت مین فرق کردے تو وہ فطرت کا اختلاف نہین ہے بلکہ تعلیم تمدن اور ترکیب بود و باش نے دونون کی رفتار زندگی کو دو مختلف راہون پر ڈالدیا اس حالت کو ہم طبعی نہین کہہ سکتے دیکھو! ہندوستان کی شریف عورت جسکو سوسائٹی کا غلبہ طرز معاشرت کی زنجیرون مین جکڑے ہوئے حجاب کی کوٹھری مین بند رکھتا ہے اور جو بیوہ ہوجانے پر عقد ثانی کے خیال کو بھی بڑا گناہ سمجھتی ہے اُس کی زندگی کے سامان آسایش اور اسباب بیایش کا دارومدار صرف اُسی شوہر پر ہے جس نے عقد کے ذریعہ سے، سوسائٹی کے ہاتھون اس کا استمراری پٹہ حاصل کرلیا - ایسی پاکباز عورت کے جذبات قلبی اور خیالات دلی جسقدر اپنے شوہر کی محبت کے ساتھ وابستہ ہین اسی قدر ایسے ملک کی

عورت کے نہین ہو سکتے جہان کی سوسائٹی عورت کو شوہر کی ورق گردانی
مین آزادی دیے ہوئے ہے۔

باطنی وسوسے اور داخلی خیالات خواہ وہ کسی نوعیت کے ہون مردون اور
عورتون کے دلون پر ایک ہی قوت کے ساتھ قبضہ کیے ہوئے ہین۔ اُنکی روک ٹوک
کے لیے قانون فطرت نے چوکی پہرا نہین قائم کر رکھا ہے۔ شاید یہ کلیہ بلا استثنا ہو اور
اُس کی شہادت ہر انسان کا قلب خود ہی پیش کرے۔

پہلے تیسرے اور چوتھے ریویو مین سخن سنج محققون نے اُردو شاعری پر کچھ مختصر
مگر معقول بحث کی ہے اور اُسی لپیٹ مین ایشیا کی عام شاعری بھی آگئی ہے۔ جہانتک
مین واقف ہون یہ کہہ سکتا ہون کہ سنسکرت مین کالیداس اور بھاشا مین تلسی داس
نے فطری جذبات کے دکھانے مین جادو سے کام لیا ہے۔ یہ دعوی ایسا نہین ہے جس سے
سمجھنے والے کو انکار ہو سکے۔ اُردو مین بھی میر انیس کے مرثیے فطرت کی نقاشیون اور
جذبات دلکش کی گفتگوؤن سے بھرے ہوئے ہین لیکن ان سبھون کی تصنیفات کے
متعلق بھی میرے دعوے پر وہی فیصلہ صادر ہو سکتا ہے جو قابل ریویورون نے اپنے اپنے ریویو
مین شکسپیر کی نظمون کے متعلق صادر کیا ہے۔ اُس فیصلے کے ناطق ہونے مین کچھ کلام
نہین، اس لیے کہ عالم خیال کی سی مسلسل نظم کوئی نہین ہے، جسمین اخلاق اور
معاشرت کو آغوش مین لیے ہوئے پاکباز عورت اور نیک سرشت مرد کے قلبی خیالات
اور فطری جذبات ایک دوسرے کے بعد یون نظر آئین جس طرح بارش کے پانی کی

بوندین سلسلے کے ساتھ ٹپک رہی ہون۔

اب عربی کی شاعری کو دیکھیے کہ اُس کی قدیم شاعری مین فطرت کا مذاق بھی ہی اور سلسلہ بھی، اگرچہ نازک خیالیان اس مین کم ہین عربی کے قدیم شعرا نے مناظر کو نہایت خوبی اور تسلسل کے ساتھ دکھایا ہی مگر اُنکے مناظر کا دائرہ ملکِ عرب کے ریگستان اور کوہستان سے تجاوز نہ کر سکا، اور قدیم شاعری اسی تنگ دائرہ مین سمٹی رہی اُسکا سبب یہ ہی کہ اُن شعرا کی نگاہین دوسرے ملکون کی چیزون سے ناآشنا تھین۔

مین نے ابھی کہا ہی کہ عربی کی قدیم شاعری مین نازک خیالی کم ہی اور مناظر بہت لیکن جو نازک خیالی ہی وہ بہت ہی لطیف اور دلفریب ہے۔ مثلاً امرا القیس کے قصیدے کا ایک شعر لکھتا ہون جسکی نازک خیالی اور فصاحت ایسی پُرلطف ہے کہ پڑھنے والے پر وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہی۔ یہ قصیدہ سبعہ معلقہ کا ہے اور اس مین افصح البیان شاعر نے اپنی معشوقہ کی حالتون کا نقشہ سلسلے کے ساتھ کھینچا ہی مناظر کا تسلسل ربط کے ساتھ خود اسلوب قصیدے کا ایک لطف ہی۔ وہ کہتا ہی ؎

خَرَجْتُ بِهَا اَمْشِي تَجُرُّ وَرَاءَنَا عَلَى اَثَرَيْنَا ذَيْلَ مِرْطٍ مُرَحَّلِ

معنی یہ ہین کہ "مین اُس (معشوقہ) کو باہر لایا، اور وہ ہم دونون کے (یعنی اپنے اور میرے) نقش پا پر اپنی ردائے منقش کے دامن کو کھینچتی ہوئی چلتی تھی" لطیف گو شاعر نے خیال کی نزاکت اور بیان کی نفاست کے ساتھ یہ بات دکھائی ہی کہ معشوقہ کس دلربا انداز سے پانون کے نشانات کو مٹا مٹا کے راز کو چھپا رہی تھی۔

عربی کی شاعری نے آخر پلٹا کھایا اور اُسکی زمین پر **متنبی** ایسے بلند پرواز شعرا پیدا ہوئے جنکی نگاہین مناظر سے گذر کے نازک خیالیون کے استعارات اور تشبیہات کی صورتون کو عرش سے کھینچ کے صفحون کے میدانون مین لانے لگے خیالات کی نزاکت اور مضامین کی بلندی تو قبضے مین آئی لیکن فطری مناظر کی قلمرو ہاتھون سے نکل گئی اور محالاتِ عقلی نے نظمون مین جگہ حاصل کر لی دیکھو **متنبی** کہتا ہی

فَبِاَیِّمَا قَدَمٍ سَعَیْتَ اِلَی العُلٰی　　اُدُمُ الہِلَالِ لِاَخْمَصَیْکَ حِذَآءُ

معنی یہ ہین کہ اے (ممدوح) تو کن پانون سی بلندی پر رسا ہوا کہ ہلال کی جلد بدن تیرے قدمون کی پاپوش ہو گئی ہی" اب دونون اشعار کا موازنہ کرکے مذاقِ سخن کے تغیر کو دیکھیے **متنبی** کا ممدوح ہارون تھا۔ اسوقت کے علمی جوش اور تعلی پسند طبائع نے شاعر کی طبیعت کو اپنے رنگ پر کھینچ لیا، اور استعارات دور از واقعہ عقل کے دائرے سے متجاوز ہوکے فہم کو چکر مین ڈالنے لگے،

مین نے تسلیم کیا ہی کہ عربی کی قدیم شاعری مین سلسلۂ بیان موجود ہی بیشک ہی مگر ہندوستان کی سی دلفریب ادائین عرب مین کہان۔ ان ادائون کے تسلسل نے جو لطافتین **عالمِ خیال** کی نظمون مین پیدا کی ہین اور جیسے فطرت کے نقشے اُنمین کھینچے ہوئے ہین، اُن کی نازک خیالیان ایسے جذباتِ انسانی کے ساتھ کہین اور نہین ملتین، **امراء القیس** کی مسلسل نظم سب دیکھ جائیے۔ جُوٹی کا شعر بس ایک یہی ہی جو مثالاً پیش کیا گیا ہی اور اشعار مناظر کے ہین، مگر وہی ملکِ عرب کے مناظر فصاحت کا پایہ سبعہ معلقہ

سے خود اپنی بلندی کی شان دکھا رہا ہی نظم ایسی لاجواب کہ خانۂ کعبہ پر جواب کی طلب مین آویزان کی گئی اور کسی سے جواب نہ ہوسکا لیکن ہم لوگون کا مذاق کچھ ہندوستان کی دلفریبیون اور کچھ انگریزی علم ادب کے پھیلنے سے فطرت کے جذبات انسانی کو ڈھونڈھتا ہی۔ یہ خوبیان اگر نظر آئین تو قوت بیان، لطافت زبان اور قدرت کلام کے ساتھ **عالم خیال** کی دلکش نظمون کے سلسلے مین نظر آئین

فارسی کی شاعری جس نے اردو شاعری کو پیدا کرکے گود مین پالا ہی اُسکی نسبت لکھوں تو کیا لکھوں۔ اس مین عورت اور مرد کے فطری جذبات اور قلبی تحسسات کا پتا نہین۔ کم کم ایسے خیالات جو واقعات ذہنی اور واردات فہمی سے متعلق ہون غزلون کے متفرق اشعار مین پائے جاتے ہین اور وہ بھی بیشتر امرد پرستی کے ساتھ۔ امرد پرستی ایک ایسی شرمناک حالت ہی جسکے خیال سے غیرت انسانی اور حمیت فطری دونون بیحیائی کے نظارے سے حیا کے پسینے مین ڈوبی جاتی ہین۔ اردو شاعری کی سرزمین پر بھی۔ یہ بلا فارسی شاعری سے نازل ہوئی اور اُس نے دامان سخن کو گندے پانی سے آلودہ کردیا۔ کاش! ہندوستان کی خاک غیرتناک پر جنم لے کے اردو شاعری نے یہین کی باجذبات اور پُرتاثیر شاعری کا رنگ پکڑا ہوتا۔ یہ کایا پلٹ اب بھی ممکن ہی بشرطیکہ ہمارے سغز سخن سنج اپنے خیالات کی کروٹ بدل دین۔

ریویو پر جو کچھ لکھنا تھا لکھ چکا۔ اب مختصر الفاظ کے ساتھ اصل نظمون پر دماغ اور قلم متوجہ کرتا ہون تاکہ وہ جذبات قلبی اور واقعات حقیقی جنکے سلسلہ بیان حضرت لسان الملک

نے لطیف الفاظ کے بے بہا موتی پرُ ئے ہین ان موتیون کی چمک سخن کے جوہریون کو دکھا دی جائے پہلے رُخ کا شعر ہے ؎

ساون اور یہ گھٹائین کہین ہون وہ کہین   حُسن پُر کھین کا ہے اور وہ دیکھتے نہین

ہندوستان کی برسات اور اُس مین خاص طور پر ساون کے مہینے کو یہان کی عورتون کے قلبی احساسات اور فطری جذبات سے خاص تعلق ہے اِس شعر مین یہ ٹکڑا "حُسن پُرکھین کا ہے" دلکو کھینچے لیتا ہے ۔عورت نے کس خوبصورتی سے اپنے حسن کا ذکر کرکے اپنی پاکبازی کو ثابت کیا ہے ۔ "پُرکھین" کے لفظ سے اختصار کسقدر لطیف اور پر اثر بلاغت ہے

کس سے ناز اب کرون ہے ناز اُٹھاے کون   روٹھنے کو روٹھ لون لیکن اب منائے کون

کس سے اپنے دل کا بھید اب مین کھُل کے کہہ سکون   کس کے ساتھ بے جھجک اب مین ملکے رہ سکون

پہلے شعر کے دوسرے مصرع مین "اب منائے کون" دوسرے شعر مین "دل کے بھید" کا کھُل کے کہنا اور بے جھجک مل کے رہنا یہ فصیح الفاظ بلیغ اشارات سے طرز معاشرت کی لطافتون کو کیسے کیسے دلآویز کنایون سے ظاہر کر رہے ہین

دوسرے رُخ کا شعر ؎

خط سے پڑی جگر پہ چوٹ زخم ہرے ہوئے ہین آج   تم سے ہزار ہا گلے دل مین بھرے ہوے ہین آج

دوسرے مصرع کی لطافت قلم کی زبان سے ادا نہین ہوسکتی ۔اسدرجہ بلاغت اور پھر سہل ممتنع بیان کے ساتھ!!

تم یہ ستم کرو تو کیون دل مرا بے قرار ہو   مین نہین چاہتی کہ تم میرے گناہگار ہو

کیا مین خدا کے سامنے تم کو سزا دلاؤنگی ۔۔۔ اپنی وفا کے نام کو خاک مین کیون ملاؤنگی

پہلے شعر کا دوسرا مصرع کس تیور کا ہے اور کیسے دلکش پیرایہ مین حسن بیان کا مزہ دے رہا ہے دوسرا شعر پہلے شعر کی شرح کر رہا ہے اور "وفا" جو اخلاق انسانی کا جوہر لطیف ہے اُس کو کس خوبی سے دکھا رہا ہے۔

تصویر کے متعلق چند اشعار کے بعد کیا لطیف نتیجہ ذیل کے فصیح شعر سے نکالا گیا ہے، جو خیالات فطری کے سانچے مین ڈھلا ہوا ہے ؎

تم نظر آہی جاتے ہو لے خیال ہی سہی ۔۔۔ کچھ نہین تو شبیہ سے صرف جمال ہی سہی

"لے" اور "کچھ نہین" کے مطالب زبان کی فصاحت بیان کی لطافت اور مفہومات معنوی کی بلاغت کے ساتھ جو کچھ دل سے کہہ رہے ہین دل ہی جانتا ہے ؎

آؤ جو تم تو رخ پہ مین آنچل اُٹھا کے ڈال لون ۔۔۔ اسمین تو کچھ حرج نہین جھانک کے دیکھ بھال لون

تیسرے رخ مین جو قوت شاعری ہے اُس کی داد نہین دی جا سکتی ۔ دوسرے جہان کی تلاش جہان کچھ غم ہی نہ دا ور دونون بے کھٹکے رہ سکین قیامت کا جوش جذبات روحی مین پیدا کر رہا ہے۔ زبان ہے کہ نظم مین نثر کا لطف دے رہی ہے، ادائین ہین کہ کلیجے مین چٹکیان لے رہی ہین، واقعات ہین کہ ہو بہو تصویر کو آنکھون کے سامنے لا رہے ہین ۔ اللہ رے تخیل کی رسائی! فطری اداؤن کو عرش معلی پر بھی نہین پہنچنے دیتی! کھینچ لاتی ہے۔ پوری نظم لاجواب ہے مگر مین ایک شعر لکھتا ہون ؎

قسم ہے برہمی کی جبکہ تجھ کے رخ عیان کرے ۔۔۔ قسم ہے خامشی کی جب نگاہ کچھ بیان کرے

یہ شاعری کیا ہی سحر کاری ہی۔ نگاہ کا بیان کرنا وہ مزہ دے رہا ہی کہ دل سیر ہوتا ہی نہین۔ پوری نظم اسی رنگ کی ہی

چوتھا رُخ اس قدر اداؤن سے بھرا ہوا ہی کہ اگر اس پر ریویو لکھنے کا ارادہ کیا جائے تو تمام نظم لکھنی پڑے اور ایک ایک شعر صفحے کے صفحے لے۔ عورت شوہر کی آمد آمد کے خیال سے کیا کہتی ہی ؎

کل مرے سر مین تھا جنون، آج ہی کچھ غرور سا کل مرے دلمین تھا ملال، آج ہی کچھ سُرور سا

کیا غرور ہی اور کیا سُرور! پوری نظم موتیون سے بھی زیادہ گران بہا ہی۔ کہان تک تعریف کی جائے اور کس کس شعر کی داد دی جائے۔ سلاست کی شہادت خود نظمین ہی دے رہی ہین۔ اس لیے کہ چارون رُخون مین اضافت کا وجود نہین۔ سیدھی سادھی اُردو ہی۔ اسکی وجہ یہ ہی کہ عورتون کی زبان مین اضافت تسلیم نہین کیگئی اور یہ نظمین یا عورت کی جانب سے ہین یا عورت کی جانب،

اب مین مقدمہ ختم کرتا ہون، اور دعا دیتا ہون کہ خدا حضرت شوق قدوائی کی عمر مین برکت دے، جن کے دماغ نے اُردو کے خزانے مین انمول جواہر بھر دیے ہین

یہ مقدمہ طبع اول (۱۹۱۳ء) کے لیے لکھا گیا تھا۔ بعد کے دو ایڈیشن بھی حضرت شوق کی زندگی ہی مین طبع ہوئے تھے۔ افسوس ہی کہ چوتھے ایڈیشن پر انھین مرحوم لکھنے پر مجبور ہون ع حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا۔

پیارے لال شاکر (میرٹھی)

پہلا رُخ

ایک عورت کا شوہر پردیس میں ہے، وہ اُس کی یاد میں محو اپنے خیال سے باتیں کر رہی ہے:-

آج اے مرے خیال تو کہاں کہاں گیا
تو نے رُخ جدھر کیا، دل کا رُخ اُدھر پھرا
جب سے وہ جدا ہوئے تب سے اُنکا دھیان ہے
جا کے پھر مری خبر، کیوں نہ لی ستم کیا
مجھ سے کیوں خفا ہیں وہ پھر گئی نظر تو کیوں
میرے رُخ سے دور ہے وہ نگاہ اب کہاں
میں وہی ہوں، یا نہیں وہ وہی ہیں یا نہیں
ساون اور یہ گھٹا، میں کہیں ہوں وہ کہیں
ساتھ والیوں کے ساتھ، جھولنے کو جاؤں کیا

دل بھی تیرے ساتھ تھا، تو جہاں جہاں گیا
تو پھرا جو پاس سے، دل بھر آیا، سر پھرا
اُن سے مجھ کو اُنس ہے، اُن میں میری جان ہے
میری یاد میری چاہ کیوں نہ کی ستم کیا
دل نہیں اِدھر تو کیوں، رُخ نہیں اِدھر تو کیوں
اُن کا پیار اب کہاں، اُن کی چاہ اب کہاں
اُن کے دل کی حالتیں وہ رہی ہیں یا نہیں
حُسن کیا یہیں کا ہے، اور وہ دیکھتے نہیں
دل اُٹھا ہے، وہ یہاں بے دلی سے گاؤں کیا

پینگ آئین جائین گے، اور ہلے گا دل مرا
کھل پڑے گی خود بخود چاہ ہر صدا کے ساتھ
کرتی ہین جگر کا خون ہمسنین جو ساتھ ہین
اور بھی لگائی آگ ساونی نے بھول کر
یہ شباب کی امنگ اب کسے دکھاؤن مین
لال یہ کہان رہا، زرد ہو کے رہ گیا
جسم وہ نہین رہا، اسمین کس نہین ہے اب
جونک بن کے رات دن چوستا ہے غم لہو
کاجل اور مسی کا لطف جب نہین رہی تو کیا
آرسی کو پھینک دون منہ لگا کے کیا کرون
زیور اب پہن چکی جی سے اب اتر چکا
کس سے ناز اب کرون میرے ناز اٹھائے کون
کس سے اپنے دل کا بھید مین کھل کے کہہ سکون
مانگتی جو کوئی چیز ان سے مسکرا کے مین
دل مین اب لگی ہے آگ دل گئی وہ لے گئے
یا تو مجھ سے چھین لے ان کی یاد اے خدا
یا تو کر سُن مجھے، ہوش مین نہ آؤن مین

مل کے کیا مین گاؤن گی کیا ملے گا دل مرا
منہ سے باہر آئے گی آہ ہر صدا کے ساتھ
وہ لگا رہی ہین آگ جنکے لال ہاتھ ہین
پیڑ پر مری نظر پھر پڑے نہ بھول کر
رخ کا لال لال رنگ اب کسے دکھاؤن مین
رنگ اب کہان ہے رنگ گرد ہو کے رہ گیا
ہونٹھ وہ نہین رہے، ان مین رس نہین ہے اب
زرد ہو گیا بدن، رہ گیا ہے کم لہو،
آئینہ مین خود ہی مین دیکھتی رہی تو کیا
بن سنور کے کیا کرون پان کھا کے کیا کرون
جائے بھاڑ مین سنگار، دل اب اس سے پھر چکا
روٹھنے کو روٹھ لون لیکن اب منائے کون
اسکے ساتھ بے جھجک اب مین مل کے رہ سکون
ہنستے اسکو دیکھتے وہ، ہنستی اسکو پا کے مین
اب ہنسی کا منہ کہان، سب ہنسی وہ لے گئے
یا تو ان کو لا کے کر مجھ کو شاد اے خدا
یا تو بے ہوش مین ان کو دیکھ پاؤن مین

کام کچھ نہ کر سکا، او خیال جا کے تو
مجھ سے کچھ نہ کہہ سکا، اُن کا حال آ کے تو

تو نے میرے دل کا درد اُن سے کچھ کہا بھی تھا
اُن سے مِل کے تجھ کو یاد میرا غم رہا بھی تھا

کیا میں تجھ سے پوچھ اُٹھی، تو بیاں سبب نہیں
تجھ میں گو رسائی ہے، گفتگو مگر نہیں

گفتگو نہ ہو تو خیر، دل پہ تیرا بس تو ہے
دل کی دل کو دے خبر، ہاں یہ دسترس تو ہے

پھر کے اُنکے دل کے گرد گھیرنا ضرور تھا
اُن کے دل کو میری سمت پھیرنا ضرور تھا

اُنکے دل میں کر کے راہ کیوں نہ آ میں کی جگہ
تو تو تھا مرا خیال کیوں نہ لی مری جگہ

اُنکے دل میں میری جا، شاید اب نہیں رہی
چھن گئی مری جگہ، اور میں یہیں رہی

شاید اور کوئی شکل کھپ گئی نگاہ میں
کوئی روک ہو گئی اس طرف کی راہ میں

توبہ! ہو کے بدگمان میں نے کی خطا ضرور
چاہے وہ کہیں رہیں، اُن میں ہے وفا ضرور

کاش او خیال تو اب آئے میرے پاس
کاش اُنکی یاد تو، اب لائے میرے پاس

یا مری نظر کو لے، اور اُن کے پاس جا
مجھ سے تو جگر کو لے اور اُنکے پاس جا

دیکھ لے نظر اُنھیں دیکھ لیں جگر کو وہ
آئے مجھ پہ کچھ ترس آئیں اپنے گھر کو وہ

گھر کا نام خاک لوں بن کے یہ بگڑ چکا
اس پہ اوس پڑ چکی مٹ چکا اُجڑ چکا

چھت ٹپکتی ہے تو کیا، کون اُسکی لے خبر
رو رہی ہوں میں اِدھر رو رہی ہے وہ اُدھر

رنگ خاک میں ملا، خاک رنگ پر چڑھی
رنگ اُسی قدر گھٹا، خاک جسقدر بڑھی

میں ہی خاک میں ملی، گھر کی بات خاک ہو
اُن کا ذکر چھوڑ کر، گھر کا ذکر خاک ہو

وہ پلنگ، ہم اُنھیں کا ہے اسباب ہے تو کون
خود ہی آ کے وہ رہیں جا کے یہ رہے تو کون

اڑ گیا ہی خاک مین، گرد ہو گیا پلنگ — آئین وہ تو مجھ سی لین، اور اک نیا پلنگ
ذکر کیا پلنگ کا، یہ ذرا سی چیز ہے — مجھ کو اپنی جان تک، اُن سی کب عزیز ہی
راہ اُنکی روک لون، اب جو اُن کو پاؤن مین — پتلیون مین دون جگہ، سامنے بٹھاؤن مین
بال اپنے کھول کر، اُن پہ جال ڈال دون — جب دبا قدم لین، اُن پہ بال ڈال دون

این! یہ بولتا ہی کون، درد جسکے دل مین ہی — گرم آتی ہی ہوا، آگ اُسکے دل مین ہے
کوئی آکے پیڑ پر کہہ رہا ہے "پی کہان" — پی کہین ہین، مین کہین، کیا کہون ہی جی کہان
جی رہی ہون مین، مگر جی مرا ہی پی کے ساتھ — پاس ہون کہ دور ہون، ہین وہ میرے جی کے ساتھ
آئی اُن کی سمت سے اور بو بھی لائی تو — آج او ہوا ضرور، اُن کو چھو کے آئی تو
اُن سے مل کے آئی ہے، آ تری بلائین لون — تو نے خوش کیا مجھے، لے تجھے دعائین دون
جا کے اُن کے پاس پھر، تو جو اُن کو لا سکے — درد دل کا جا سکے، چین دل کو آ سکے
او دل اور کیا کرون، تیرے درد کا علاج — خط مین لکھ کے بھیج دون، مجھ کو اُنکے پاس آج
شرط ہی کہ میرے پاس پھر پلٹ کے آئے تو — اپنے خون کی قسم دے کے اُن کو لائے تو

یون نہ آئین تو مین لون تشوق کی کشش سے کام
کھنچ کے آئین اس طرح، تو نہ لین اُدھر کا نام

سہیلی رخ پر ایک نظر

تصویر سے عالم خیال کا دکھانا جسقدر مشکل ہے اس سے بدرجہا دشوار الفاظ

مین عالم خیال کی نقاشی کرنا ہی۔ ایسی مرقع نگاری نہایت عالی پایہ کا نشار یا شاعر چاہتی ہی۔ نہ صرف اُردو بلکہ یورپ کی زبانین بھی اس مضمون مین ایسی بےنظیر اور مسلسل نظم سے خالی ہین جیسی کہ عالم خیال کی نظم ہی۔ بھاشا مین اگر ہون تو مجھے خبر نہین لیکن اُردو زبان مین ایسی نظم اس سے پہلے نہ تھی۔

شاعری کے لیے اُردو زبان "شاعرون کی زبان" (یعنی فارسی) کے بعد مرتبہ الفاظ مین محاورات مین، بندش مین، وہ ایک شاعر کے لیے محبوب زبان ہے اُس کے شعرا نے فطرت کے مناظر یا انسانی جذبات دکھانے کی طرف زیادہ توجہ نہین کی تو یہ اُس کا قصور نہین، بلکہ اُس کے شعرا کا اور اُن سے بھی زیادہ اس سوسائٹی کا ہی جسمین اُردو زبان پھولی پھلی۔

یہ اعتراض اُردو زبان پر نہین ہو سکتا کہ اس کا ادب خیالات نفیس اور جذبات فطری سے مالامال نہین، اُردو شاعر بھی بہت کچھ اس الزام سے اسلیے بری ہین کہ باوجود سوسائٹی کے دوسرے رنگ پر ہونے کے اُنھون نے فطری مناظر و طبعی جذبات دکھائے ہین میر کی شاعری اول اول میر انیس کے مرثیے اور قلق کی مثنوی آخری دو رہین ایسے مناظر و جذبات سے مملو ہین۔ میری راے مین خیالات کی بلندی مین دُنیا کا کوئی شاعر خواہ وہ یورپ کا ہو یا ایشیا کا اسداللہ خان غالب سے اونچا نہین جا سکا، یا کوئی شاعر، سوا نادر الوجود حافظ شیرازی کے لطیف خیالات کو زبان سے آتش سے زیادہ خوبی سے ہم آہنگ نہین کر سکا۔

زمانہ کے رنگ کے ساتھ اُردو شاعری نے طرز بدلا تو گو اس نے نئے طرز کے ساتھ نہایت رکیک "ملک الشعرا، اول اول پیدا کیئے، مگر تھوڑے ہی دنون مین جناب شوق کے سے اُستاد بھی نکالے، کچھ شبہ نہین کہ ہندوستان کے کل زندہ شعراء مین اُستادی کا مرتبہ اگر کسی کو حاصل ہوا ہو تو اسی قادر الکلام شاعر کو جسکی بنظیر نظم "حسن" دنیائے شاعری کو محو کر چکی تھی، یا اب اس چھوٹی سی نظم عالم خیال نے نقادون کے دلون مین ولولہ ڈال دیا۔

نظم و نثر اُردو کے دو نقاد یعنی ایک منشی سجاد حسین صاحب دوسرے منشی جوالا پرشاد صاحب برق حضرت شوق کے مدح سرا ہین اور اُن کے سرٹیفکٹون کے بعد میرے خیال مین کسی دوسرے سرٹیفکیٹ کی محتاجی نہین ہوسکتی۔

فطرت انسانی سے باخبر شاعر نے عالم خیال کی نظم کی بحر بھی نہایت موزون و مناسب مضمون رکھی ہو۔ ایک عورت کے خیالات جس عمدگی سے جیسے سادہ الفاظ مین اس بحر مین ادا ہوئے ہین وہ اپنی جگہ پر خود ہی شاعر کی استادی کے ثبوت ہین ہر نکتہ چین کا فرض ہو کہ وہ کسی نظم یا نثر پر نکتہ چینی کرتے وقت مضمون اور موقع کا بھی خیال رکھے، ورنہ اس کا اعتراض خود اُسی کو قابل مضحکہ بنا دیگا مثلاً عالم خیال کا یہ تیسرا شعر لیجیے ؎

جب وہ جدا ہوئے، تب سے اُنکا دھیان ہے ۔۔۔ اُن سے مجھ کو انس ہوا مین میری جان ہے

کسی مرد کے منھ سے یہی پاکیزہ شعر دو کوڑی کا ہوجائے گا "جب وہ" "دھیان" "جان" یہ سب

اسی وقت تک اس شعر کی کشش کا باعث ہین جب تک کہ وہ ایک عورت کے مُنھ سے نکلے ہوے سمجھے جائین۔ دوسرا مصرع پورا ہی بیموقع ہو جاے اگر ایک عورت کی طرف سے نہ کہا گیا ہو۔ اول شعر کو اُسکے بعد کے شعر سے

جاکے پھر مری خبر، کیون نہ لی ستم کیا — میری یاد میری چاہ کیون نہ کی ستم کیا

کے ساتھ پڑھو اور تب اول شعر کا دوسرا مصرع نہ صرف ایک خاص مزہ دے گا بلکہ عورتون کی ایک فطری عادت کو ظاہر کریگا۔

عورتین کسی شکایت کے وقت اپنی جانب سے محبت کا اظہار ضرور کر دیتی ہین "اے قربان جاؤن" "کیا مجھے بھول ہی گئے" ایسی طرز ادا، یہی خیال ہے جو اُن دو شعرون مین خوبصورتی سے ادا کیا گیا ہی۔

ابتدائی دو شعرون سے

آج، اومرے خیال، تو کہان کہان گیا — دل بھی تیرے ساتھ تھا، تو جہان جہان گیا

تو نے رُخ جدھر کیا دل کا رُخ اُدھر پھرا — تو پھرا جو پاس سے دل بھر آیا سر پھرا

کے بعد تیسرا شعر لانا شاعر کی استادی ظاہر کرتا ہی۔ ابتدائی دو شعرون سے یہ خیال پیدا ہو سکتا تھا کہ عورت کو اپنے شوہر کا خیال صرف "آج" آیا تیسرے شعر نے اس خیال کو رفع کر دیا۔ گویا وہ عورت اپنے خیال کی تشریح کرنے "آج بیٹھی ہے مگر "جب سے وہ جُدا ہوے تب سے اُن کا دھیان ہی"

شروع سے پانچوان اور ساتوان شعر کچھ آلودۂ محبت، زود حس، زود اثر عورت

کے خاص خیالات ہین جو اپنی منطق آپ ہی رکھتے ہین اور جن کا طریقۂ استدلال
عین اُن کا اپنا ہوتا ہے، شوہر بیچارہ جب مجبوری سے گھر نہ آسکا ہو، مگر شوہر کی محبت
مین مجنون عورت یہی کہے گی ؎

مجھ سے کیون خفا ہین وہ پھر گئی نظر تو کیون ۔۔۔ دل نہین اِدھر تو کیون رُخ نہین اِدھر تو کیون
مین وہی ہون یا نہین، وہ وہی ہین یا نہین ۔۔۔ اُن کے دل کی حالتین، وہ رہی ہین یا نہین

اشعار ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ایک فراق زدہ عورت کے دلی خیالات کو ایسی خوش اسلوبی
سے ظاہر کرتے ہین کہ دل پھڑک جاتا ہے

ساتھ والیون کے ساتھ جھولنے کو جاؤن کیا ۔۔۔ دل تو ہان ہے وہ جہان، بیدلی سے گاؤن کیا
پینگ آئین جائینگے اور رہے گا دل مرا ۔۔۔ رل کے کیا مین گاؤن گی، کیا ملیگا دل مرا

غضب کے دردآگین یہ دو شعر ان مین سے ہین ؎

کھل پڑے گی خود بخود چاہ ہر صدا کے ساتھ ۔۔۔ مُنھ سے باہر آئے گی آہ ہر صدا کے ساتھ
کرتی ہین جگر کا خون، ہمنشین جو ساتھ ہین ۔۔۔ وہ لگا رہی ہین آگ جن کے لال ہاتھ ہین

ہمسنون مین سے بعض کے مہندی لگے ہاتھ اور ساونی کے جھول دیکھ کر عورت کو اپنی
نوجوانی اور اپنی خوبصورتی کا اس طرح خیال آتا ہے، مگر وہ بھی اپنے شوہر کی یاد
کے ساتھ ؎

یہ شباب کی اُمنگ اب کسے دکھاؤن مین ۔۔۔ رُخ کا لال لال رنگ اب کسے دکھاؤن مین

کچھ شبہ نہین ہے کہ نقاش نے محو خیال کی جو تصویر کھینچی ہوگی اس مین عورت کو نوجوان

اور حسین دکھایا ہوگا۔ شاعر وہی کام جو الفاظ سے لینا چاہتا ہے اسکو عورت کی نوجوانی اور حسن کا دکھانا زیادہ دشوار تھا، مگر باکمال اُستاد نے کس خوبصورتی سے نقاشی کی ہے۔ یہ شعر اس موقع کی جان ہے!

ایک حسین نوجوان عورت ہے وہ اپنے ہمسنوں کے بناؤ سنگار دیکھتی ہے ساون کی گھٹاؤں میں ساونی کا رنگ اُس کے جوش شباب کو اُبھارتا ہے فطرتاً اسے اپنے حسن پر ناز سا ہوتا ہے اپنے گلرنگ رخساروں کا اپنے شباب کی اُمنگ کا خیال آتا ہے مگر بیچاری ایشیائی عورت جس کا حسن بناؤ سنگار شباب، جو کچھ ہے اپنے شوہر اور صرف اپنے شوہر ہی کے لیے ہے اور وہ شوہر کوسوں کے فاصلہ پر ہے، تو گو اس حسن اور شباب کا فطری خیال تو نہیں رُکتا مگر اُس کے ساتھ ساتھ یہ یاس انگیز خیال بھی آہی جاتا ہے، اب کسے دکھاؤں میں، دوسری حسین چیزوں کے دیکھنے یا دوسروں کے حنائی ہاتھوں کے نظارے سے اپنے پُر تمکین حسن کا خیال عورت کو آیا مگر پھر فراق شوہر میں بدلی ہوئی صورت بھی اس طرح یاد آئی ؎

لال یہ کہاں رہا زرد ہو کے رہ گیا	رنگ اب کہاں ہے رنگ گرد ہو کے رہ گیا
جسم وہ نہیں رہا، اُسمیں کس نہیں ہے اب	ہونٹھ وہ نہیں رہے، اُن میں رس نہیں ہے اب
جونک بنکے رات دن چوستا ہے غم لہو	زرد ہو گیا بدن رہ گیا ہے کم لہو

ان اشعار کے ذریعہ سے شاعر نے یہ بات بھی دکھا دی کہ عورت خوش رنگ تھی رعنائی جسم بھی رکھتی تھی، باریک رسیلے ہونٹھ تھے، تندرست و توانا تھی۔ فطرت کا یہ

مقتضا بھی ظاہر کیا کہ دوسرون کے مقابلہ سے اپنے کمال کا خیال ضرور آتا ہی اور اِس عورت کی حالت فراق سے عام ہمدردی کو بھی دوچند کردیا۔ اسلیے کہ یہ اشعار ظاہر کرتے ہین کہ عورت کو نہ صرف اپنے شوہر سے جُدائی ہی کا درد ہی بلکہ اُس کو اپنے حسن کے گھٹ جانے کا بھی احساس ہی۔ اب اس کا اندازہ ہر حساس دل کرسکتا ہی کہ فراق شوہر مین ایشیائی عورت کے قلب کی کیا حالت ہوتی ہوگی،

بناؤ سنگار جو قدرتی حُسن کے بعد کی چیزین ہین، اس مین اُسے کیا دلچسپی رہیگی؟ زیور جو شباب اور حُسن کی زینت ہے، اُس کی کیا پروا رہے گی؟ شاعر ان خیالات کو اس طرح ظاہر کرتا ہی ؎

کاجل اور مسّی کا لطف جب نہین وہی تو کیا — آئینے مین خود ہی مین دیکھتی رہی تو کیا
آرسی کو عینک دون منھ لگا کے کیا کرون — بن سنور کے کیا کرون، پان کھا کے کیا کرون
زیور اب پہن چکی جی سے یہ اُتر چکا — جائے بھاڑ مین سنگار، دل اب اس سے بھر چکا

اِن اشعار مین علاوہ الفاظ اور بندش کی خوبیون کے اول شعر کا دوسرا مصرع انتہائے حجاب و پارسائی بھی دکھاتا ہی۔ وہ مصرع صاف ظاہر کرتا ہی کہ عورت کے کاجل اور مسی کو سوا اُسکے شوہر کے اور کوئی دیکھنے والا نہ تھا، اور اب جب شوہر دور ہے تو سوا اُسکے کہ عورت خود اُنھین آئینہ مین دیکھے اور کوئی دیکھ بھی نہین سکتا لیکن وہ اسقدر خود پسند نہین ہی کہ خود اپنے دیکھنے کے لیے کاجل اور مسی لگائے جو لوگ فطرت انسانی سے واقف ہین وہی اس کا اندازہ کرسکتے ہین کہ عورت

پر کہاں تک شوہر کی جدائی کا صدمہ ہوگا، جب وہ زیورسی محبوب نسوانی چیز سے بیزار ہو بیٹھی اور خود آرائی کے سے دلفریب نسوانی شغلہ سے سیر ہو گئی۔

زیور اور بناؤ سنگار سے نفرت تو تھی ہی، اُس کے دل کو یہ خیال آکر اور نشتر لگاتا ہی کہ اب اُس کا کوئی ناز بردار نہین کوئی رازدار نہین کوئی ایسا بھی نہین جس سے کوئی چیز مانگ سکے، شاعر نے کس مزے سے یہ خیالات ادا کیے ہین ؎

کس سی ناز اب کرون میری ناز اُٹھائے کون — روٹھنے کو روٹھ لون لیکن اب منائے کون
کس سے اپنے دل کا بھید اب مین کھلکے کہہ سکون — کس کے ساتھ بے جھجک اب مین ملکے رہ سکون
مانگتی جو کوئی چیز اُن سے مسکرا کے مین — ہنستے اُسکو دیکھے وہ ہنستی اُسکو پا کے مین

آخر کا شعر زن و شوہر کے لیے بے اندازہ محبت کے معاملہ کو ظاہر کرتا ہی اور اُس مین دو لفظین "اُن" اور "وہ" ایک مخصوص حلاوت پیدا کرتی ہیں۔ انتہائی یاس اور درد کے یہ دو شعر ہین ؎

یا تو مجھ سے چھین لے اُن کی یاد اے خدا — یا تو اُن کو لا کے کر مجھ کو شاد اے خدا
یا تو کر سٹرن مجھے، ہوش مین نہ آؤن مین — یا تو اپنے ہوش مین اُن کو دیکھ پاؤن مین

اس حد تک آکر عورت کی طبیعت اپنے خیال سے بھی اسطرح برافروختہ ہوتی ہی ؎

کام کچھ نہ کر سکا، او خیال جا کے تو — مجھ سے کچھ نہ کہہ سکا، اُن کا حال آکے تو
تو نے میرے دل کا درد اُن سے کچھ کہا بھی تھا — اُن سے ملکے مجھ کو یاد میرا غم رہا بھی تھا

آخر کا شعر عورت کی ایک خاص کیفیت ظاہر کرتا ہی۔ وہ سمجھتی ہی کہ جسطرح وہ اپنے شوہر سے بلکر

دنیا کو فراموش کر بیٹھی، اسی طرح مبادا اس کا خیال بھی اُسکے شوہر تک پہونچکر (شوہر کے پاس تک پہونچنے کی خوشی مین) اُس فرقت زدہ عورت کا غم بھول جائے،

عورت اپنے جذبہ سے کام لینا چاہتی ہی اور کہتی ہے ؎

گفتگو نہ ہو تو خیر، دل پہ تیرا بس تو ہے ۔۔۔ دل کو دل کی دے خبر، ہان یہ دسترس تو ہو
پھر کے اُن کے دل کے گرد گھیرنا ضرور تھا ۔۔۔ اُن کے دل کو میری سمت پھیرنا ضرور تھا
اُن کے دل مین کرکے راہ کیون نہ اسمین کی جگہ ۔۔۔ تو تو تھا مرا خیال کیون نہ لی مری جگہ

ان اشعار کے بعد ایک ایشیائی عورت کا شدیاس کے خیالات اسطرح ادا ہوئے ہین ؎

اُن کے دل مین میری جا شاید اب نہین رہی ۔۔۔ چھن گئی مری جگہ، اور مین یہین رہی
شاید اور کوئی شکل کھپ گئی نگاہ مین ۔۔۔ کوئی رُکی ہو گئی اس طرف کی راہ مین

ان اشعار مین لطافت زبان کے علاوہ ایک ایشیائی عورت کے شوہر سے ملنے کی یاس جو پُرحسرت خیال کی انتہا ہی وہ ظاہر ہوتی ہی،

ایشیا کی عورت بہت مشکل سے اپنے شوہر سے بدگمان ہوتی ہی۔ دیوتا یا مالک جو کچھ ہوتا ہی اُس کا شوہر ہی ہوتا ہی۔ وہ لاکھ برا بیان رکھتا ہو مگر ایک وفاکیش عورت کے نزدیک وہ تمام عیوب سے پاک رہے گا، جسطرح وہ اپنے نفس سے مطمئن ہوتی ہے کہ کسی دوسرے کی طرف سے تشویق و ترغیب کیون نہو (اس تشویق و ترغیب کے موقع اُسے اسقدر نہین ملتے جسقدر یورپ کی عورتون کو ملتے ہین) نیت بد کبھی بھولے سے نہو گی ویسا ہی وہ اپنے شوہر کے متعلق بھی قیاس کرتی ہی لیکن شوہر کی مفارقت کا سودا

اس حد تک تھا کہ آخر بدگمانی کا خیال آئے بغیر نہ رہ سکا، مگر عارضی، فوراً ہی یہ خیال آ گیا ؎

توبہ ہو کے بدگمان میں نے کی خطا ضرور   جا ہیں وہ کہیں ہیں اُن میں ہو وفا ضرور

اور اس پردہ خیال میں بھی شوہر کی وفا پر شبہ کرنے سے اسطرح بیزار ہوئی۔

کاش او خیال تو اب نہ آئے میرے پاس   کاش اُنکی یاد تو اب نہ لائے میرے پاس

آخر کا مصرعہ یہ فطری جذبہ ظاہر کرتا ہے، کہ محبوب سی محبوب چیز بھی شاق ہو جاتی ہے اگر اسی کے ساتھ کوئی دردناک خیال ملا ہوتا ہے۔ شوہر کی یاد عورت کو بہت محبوب تھی لیکن اگر اُس کے ساتھ یہ خیال بھی طاری ہو کہ وہ بیوفا نکلا جسکی کبھی بھی اُمید نہ تھی تو عورت اس یاد سے بھی فطرتاً گھبرا جائے گی، مگر وہ گھبراہٹ بھی محض ایک لمحہ کی ہوگی، اور خیال سے یہ فرمائش ہوگی کہ تو اکیلا نہ جا، بلکہ ؎

یا میری نظر کو لے اور اُن کے پاس جا   مجھ سے یا جگر کو لے اور اُن کے پاس جا

بعد کے شعر میں ایک ہی پر تسکین نہ ہوئی، دل کی آئی بدگمانی کا بھی شاید اثر تھا کہ یہ غرض ظاہر ہو ہی گئی ؎

دیکھ لے نظر اُنھیں دیکھ لیں جگر کو وہ   آئے تجھ پہ کچھ ترس آئیں اپنے گھر کو وہ

گھر کا خیال آتے ہی ایک ٹیس سی اُٹھتی ہے، اور وہ ایسے بیساختہ مگر لطیف الفاظ میں ظاہر ہوتی ہے ؎

گھر کا نام خاک لوں بن کے یہ بگڑ چکا   اُس پہ اوس پڑ چکی، مٹ چکا، اُجڑ چکا

جھٹ ٹپکنی ہے تو اُٹھ، کون اس کی لے خبر — رو رہی ہون مین ادھر رو رہی ہے وہ اُدھر

آخر کے شعر مین اُٹھ کی لفظ کا مزہ فطرت انسانی سے باخبر لوگ ہی جانتے ہین۔ گھر اُجڑنے کا خیال ہر عورت کو جانگسل ہوتا ہے، مگر شوہر کی جدائی کے آگے وہ بھی کچھ نہین ہے؎

ین ہی خاک مین ملی گھر کی فکر خاک ہو — ان کا ذکر چھوڑ کر، گھر کا ذکر خاک ہے

گھر سے خیال ہٹایا گیا، مگر مکان کی ہر ہر چیز تو شوہر کی یاد دلاتی ہے۔ دیکھیے وہ پلنگ تو سامنے بچھا ہے۔ اب عورت نے دل ملنے والے خیالات سے بچنے کو رہنا چھوڑ دیا ہے، کیا کہلا رہا ہے؎

وہ پلنگ اُنھین کا ہے اُس پہ رہیے، تو کون — خود ہی آکے وہ رہین جا کے یہ کہیے تو کون

اَٹ گیا ہے خاک مین گرد ہو گیا پلنگ — آئین وہ تو مجھ سے لین، اور اک نیا پلنگ

لیجیے پلنگ سے اور سلسلۂ خیالات چلے؎

ذکر کیا پلنگ کا یہ ذرا سی چیز ہے — مجھ کو اپنی جان تک اُن سے کب عزیز ہے

راہ اُن کی رُک لون، اب جو اُن کو پاؤن مین — پتلیون مین دون جگہ سامنے بٹھاؤن مین

بال اپنے کھول کر اُن پہ جال ڈال دون — جب ذرا قدم اُٹھین اُن پہ بال ڈال دون

سلسلۂ خیالات آکر شاید تھوڑی دیر کے لیے رُک جاتا اور عورت تخیل ہی مین اپنے شوہر کے آنے اور پھر نہ جانے پانے کا مزہ لیتی رہتی۔ مگر بُرا ہو اُس دلدوز آواز سے چیخنے والی چڑیا پپیہے کا کہ وہ درخت پر آبیٹھی۔ عورت فوراً اس طرح اُس کی طرف مخاطب ہوئی؎

کوئی آکے پیڑ پر کہہ رہا ہے "پی کہاں" | "پی کہین ہین، مین کہین کیا کہون ہے جی کہان"
جی رہی ہون مین مگر جی رہا ہے پی کے ساتھ | پاس ہون گو دور ہون ہین وہ میرے جی کے ساتھ

فطرت کا قاعدہ ہے کہ وہ درد پیدا کرتی ہے تو اسی کے ساتھ دوا بھی، عورت پر غلبہ یاس کی انتہا نہ رہی تو فطرت نے اُسکے خیالات کا رنگ اسطرح بدلا ؎

آئی اُن کی سمت سے، اور بو بھی لائی تو | آج اے ہوا ضرور، اُن کو چھو کے آئی تو
اُن سے مل کے آئی ہے آ تری بلائین لون | تو نے خوش کیا مجھے، لے، تجھے دعائین دون
جا کے اُن کے پاس پھر تو جو اُن کو لا سکے | درد دل کا جا سکے، چین دل کو آسکے
اے دل اور کیا کرون، تیرے درد کا علاج | خط مین یہ لکھ کے بھیجون تجھکو اُنکے پاس آج
شرط ہے کہ میرے پاس پھر پلٹ کے آئے تو | اپنے خون کی قسم دے کے اُن کو لائے تو

آخر مین تھوڑی دیر کیلیے اس خیال سے تسکین ہوتی ہے ؎

یون نہ آئین تو مین لون شوق کی کشش سے کام | کھینچ کے آئین اسطرح پھر نہ لین ادھر کا نام

اس مین کچھ شبہ نہین کہ یہ نظم ایک خاص وقت کے جذبات کو نہایت فصاحت سے نہایت مؤثر طریقہ سے، نہایت سادے اور شستہ الفاظ اور محاورات سے ظاہر کرتی ہے۔

بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہین کہ فطرت انسانی یورپ مین اور ہے ایشیا مین اور، یہ بالکل غلط ہے جسطرح فطرت حیوانی ایک ہے اسی طرح انسانی؛ ایشیا کی عورت کو ویسا ہی عشق کا جوش ہے جیسا یورپ کی عورت کو۔ جذبہ عشق بنفسہ ایک نہایت شریفانہ جذبہ ہے، اور یہ جذبہ ایسا جذبہ ہے جسکی برابری کوئی دوسرا جذبہ اپنے زور و قوت مین نہین

کر سکتا۔ ماں بیٹے کی محبت پر یہ غالب آ جاتا ہے۔ انسان کی جسمانی تکالیف اس جذبے کے دور میں بھول جاتی ہیں۔ ایشیا کی عورت اور خصوصاً ہندوستان کی عورت کو جو چیز دنیا میں بے نظیر بناتی ہے وہ یہی قدرت ہے جو وہ اس جذبہ پر حاصل کرتی ہے۔ مثل دنیا کی عورتوں کے عشق کے جذبہ سے وہ بھی پر ہوتی ہے، مگر یہ جذبہ اُس کا مخصوص ہوتا ہے اپنے شوہر کے ساتھ، اور وہ بھی اس جکڑبندی کے ساتھ کہ اس کا اظہار دوسروں پر نہونے دے، اپنے شوہر سے تو وہ اُس جذبہ کو چھپا نہیں سکتی، نہ اُس سے چھپانے کی اُسکی زیادہ کوشش ہی ہوتی ہے لیکن "ڈارلنگ" کہکر اُسے سب کے سامنے نہیں پکارتی۔ اس سے یہ سمجھنا کہ اس میں جذبۂ عشق نہیں، یا عاشقانہ خیالات سے وہ بے بہرہ ہے، فطرت انسانی سے بے خبری ظاہر کرنا ہے۔

جو لوگ جناب شوق کی نظم عالم خیال کو اس عقیدے کے ساتھ دیکھیں کہ محبت یا عشق کا ہر جذبہ غیر شریفانہ ہوتا ہے، اور اُس جذبہ کا اثر ہندوستانی عورت کے دلی خیالات پر نہونا چاہیئے، وہ خود فراموش ہوں گے انسان نہیں، وہ انسانی عالم خیال کے فلسفہ سے نابلد محض ہیں۔

جناب احمد علی صاحب شوق قدوائی نے اپنی اس بیش بہا نظم میں جس موقع اور مناسبت سے خیالات کے مختلف پہلوؤں کا بدلنا دکھایا ہے بلاشبہ وہ اُن کو ایک فلسفی شاعر ثابت کرتا ہے۔

جذبات انسانی کے انکشافات ہی سے آج دنیا میں شکسپیر کا ڈنکا بج رہا ہے،

حالانکہ شکسپیر نے بعض بعض جگہ پر انسانی جذبات کے اُبھارنے کو بد سلیقگی سے دکھایا ہے۔ اکثر جگہ احمقون کے منھ مین فلسفیون کے الفاظ ڈال دیے ہین، کہین کہین خیالات بلند بیموقع دکھائے ہین، جن سے شکسپیر پر یہ اعتراض عائد ہوتا ہے کہ اُسکی شاعری اُسکی اپنی نہین بلکہ یہ اُس نے دوسرون کے خیالات جمع کر دیے ہین، اور موقع بیموقع کا خیال نہ کرسکا۔

ڈزریلی نے شکسپیر کے متعلق یہ بھی لکھا ہے کہ وہ سب سے بڑا شاعر اور سب سے کم رتبہ شاعر دونون تھا۔ جو کچھ بھی ہو، بہر حال اس مین کسی کو کلام نہین ہوسکتا کہ جسقدر جذبات انسانی کا انکشاف شکسپیر نے کیا دنیا کے کسی دوسرے ایک شاعر نے اس قدر نہین کیا۔

لیکن مین ایک شکسپیر سے زیادہ ایک سعدی کو مُلک بلکہ دُنیا کیلیے مفید سمجھتا ہون۔ اوّل الذکر صرف انسان کے جذبہ کا انکشاف کردیتا ہے، آخرالذکر اخلاق و عادات قوم درست کرتا ہے، ایران، افغانستان، اور ہندوستان کے کثیر باشندونکا تہذیب و اخلاق عرصۂ دراز تک سعدی کے ہاتھون رہا۔ شکسپیر کو کبھی نہ اس کا فخر نصیب ہوا، نہ ہوسکتا تھا۔ ہندوستان کے لیے بھی زیادہ ضرورت سعدیون کی ہے۔

مُسدس حالی نے یہ بھی ثابت کردیا ہے کہ شاعری کیسی ہی بودی زبان کیسی ہی بھونڈی کیون نہو اگر کوئی نظم قوم کی حالت کو ظاہر کرتی ہے تو اُسکی قدر بھی قوم کرتی ہے۔ ہندوستان کے باکمال شعرا کے لیے ابھی میدان بہت وسیع ہے، آزادی پر، اتحاد قومی پر

حب الوطنی پر، قتل و غارت کی برائی پر، دیانت اور وفاداری پر، چاپلوسی و خوشامد کی مذمت پر، ترقی علم پر، صنعت و حرفت کی توجہ پر، اپنی تہذیب اور اپنے اخلاق کی برتری پر، غرض کہ سیکڑون اور ہزارون ایسے مضامین پر استادان فن قلم اٹھا سکتے ہین کہ تمام قوم ان اشعار کو حفظ کر لے، تمام قوم کے دل مین ان اشعار سے ایک حرکت پیدا ہو جائے، جو سوتے ہین جاگ پڑین، جو تھک گئے ہین ان مین جان تازہ آجائے بنگال کے شاعر اور نثار اس طرف کچھ زمانہ ہوا مخاطب ہوئے۔ اردو کے شاعرون کو بھی اس طرف توجہ کرنا چاہیے لیکن اگر استادان فن نے توجہ نہ کی تو معمولی لوگ ان مضامین کو اٹھا کر اسکی بھی اسیطرح مٹی پلید کرینگے جسطرح اول اول "نیچرل" نظمون کی ہوئی تھی۔

یونان کے تمدن کے لیے شاعرون کی ضرورت رہی ہو یا نہ رہی ہو، ہندوستان کو اسوقت فصیح اور بلیغ شعرا کی بہت ضرورت ہے، جو کہین تو رعد کا کام کرین کہین بربط کا۔ مین اکتوبر ۱۹۰۹ء مین ولایت سے آتے وقت مشہور عالم مسٹر ڈبلیو۔ ٹی۔ اسیڈ (مرحوم) سے ملا اور ان سے اپنی قلبی دھڑکن کا جو کبھی کبھی انوکھی رائے رکھنے اور بے ہمدرد دمساز ہونے سے پیدا ہوتی ہے ذکر آیا تو انھون نے محبت سے اس کا علاج بتایا، اور وہ علاج یہ تھا کہ انھون نے ایک چھوٹی سی کتاب جسمین انھون نے خود امریکہ کے شاعر "لاول" کی تصنیفات سے اقتباس کیا تھا، دی جو میری جیب مین رہتی ہے اور جس سے واقعی میرے قلب کو تسکین ہوئی ہے۔ مین مثالاً چار شعر سے ترجمہ کرکے لکھتا ہون وھو ہذا۔

"وہ غلام ہین جو گرے ہوؤن اور کمزورون کے واسطے زبان ہلانے سے ڈرتے
ہین۔ وہ غلام ہین جو اُس ڈر سے کہ لوگ نفرت کرین گے، تمسخر کرینگے، گالیان
دینگے، اس حق کو ظاہر کرنے مین جو اُن کے دلون مین اُترا ہو خاموشی اختیار
کرتے ہین۔ وہ غلام ہین جو اس کی جرات نہین رکھتے کہ وہ نیز دحق پر
ہونے والے آدمیونکا ساتھ دین۔"

میری حقیر رائے مین ہندوستان کو شکسپیر سے زیادہ "لادل" کی ضرورت ہے۔ ہماری
قوم گری ہوئی ہے، اُسکے احیا مین شاعر بہت کچھ حصّہ لے سکتے ہین؛ قومی کمزورین
کا انکشاف کرین، قومی اخلاق کو بلند کرین۔ ایک طرف اگر وفاداری اور اطاعت کا
بیج بوئین، تو دوسری طرف قومی عزت اور تہذیب سے زندگی بسر کرنے پر آمادہ کرین قوم
کو خودداری کے سبق دلنشین طریقہ سے دین۔ فقط۔

مشیر حسین قدوائی

دوسرا رُخ

عورت اپنے شوہر کے آنے کی اُمید مین ہے، شوہر کا خط عُذر کے ساتھ پردیس سے آیا کہ وہ ابھی نہین آسکتا۔ عورت بیچین ہو کے شوہر کو خط لکھ رہی ہے اور اپنے خیالات ظاہر کرتی ہے:-

پاکے تمھارے خط کو آج دل کی تڑپ بڑھی کچھ اور
آنے کا آسرا کہاں، یاس سے وہ بدل چلا

دل مین بھڑک کے غم کی آگ جسم پہ تپ چڑھی کچھ اور
دل مرا آنسوؤن کے ساتھ بہہ کے لہو نکل چلا

در کی طرف تھی جو نگاہ، یاس سے اب زمین پہ ہر
ضُعف سے جسم لٹ چلا، روح بدن سے مٹ چلی

ہاتھ کبھی جگر پہ ہے، اور کبھی جبین پہ ہر
چہرے کا رنگ کٹ چلا، نبض کی چال گھٹ چلی

خط سے پڑی جگر پہ چوٹ داغ ہرے ہوئے ہین آج
خط ہی تمھارے ہاتھ کا پڑھتی ہون اسکو بار بار

تم سے ہزارہا گلے، دل مین بھرے ہوئے ہین آج
کھولتی ہون ہزار بار، چومتی ہون ہزار بار

جن سے لکھا گیا ہی خط، کاش وہ انگلیان ملین
خود بھی گئے، تم اور چین چھین کے مجھسے لے گئے

میرا خیال چوم لے، جا کے وہین جہان ملین
مجھ کو تڑپ بنا گئے، مجھ کو جنون دے گئے

سب کے جگر مین خون ہی، میرے جگر مین درد ہے
ایک تمھین تھے میرا عیش، بنگئے غم تو کیا کرون

سب کا شباب لال ہی، میرا شباب زرد ہے
پہلے تمھین تھے میرا چین، اب ہو ستم، تو کیا کرون

عیش کو کھو گئے ہو تم، آؤ تمھین تو پھر ملے
چین کو لے گئے ہو تم، لاؤ تمھین تو پھر ملے

تم نہ ستم کرو، تو کیون؟ دل مرا بے قرار ہو
مین نہین چاہتی کہ تم میرے گناہگار ہو

کیا مین خدا کے سامنے، تم کو سزا دلاؤنگی
اپنی وفا کے نام کو، خاک مین کیون ملاؤنگی

چھپ گئے پتلیون مین تم، اُن کو نظر نہ آؤ گے
یہ تو کہو کہ کسطرح دل سے نکل کے جاؤ گے

دل مین جمے ہو تم مگر جوش رہے ہو خون کو
سر مین خیال بن کے تم، دیتے ہو شہ جنون کو

بن کے لہو تمھاری یاد، دوڑ رہی ہی جسم مین
جان یہی ہی جسم مین، روح یہی ہی جسم مین

دم مرا لو سے بڑھ کے گرم، دل مرا بجو اس ہی
جسم مین جل گیا لہو، اور ابھی تپ کو پیاس ہی

مانگتی ہون تم سے بھیک، دو تو کوئی ضرر نہین
چاہتی ہون تم سے رحم، مال نہین، زر نہین

رحم سے میرے دلکو چین دو گے تو دے سکو گے تم
اپنے خدا سے یہ ثواب لو گے تو لے سکو گے تم

اپنا خیال تک نہین چاہ کے جوش مین مجھے
ایک تمھاری یاد ہان، لاتی ہی ہوش مین مجھے

آئینے مین ہی ایک چیز، چین مجھے اسی سے ہے
اُنس ہی تو اسی سے ہی، اور نہین کسی سے ہے

دیکھتی رہتی ہون اسے، پیار کے ساتھ بار بار
اُسکی بلائین لینے کو بڑھتے ہین ہاتھ بار بار

ہے یہ تمھاری ہی شبیہ، اور یہ میری جان ہے
آئین تمھارا حسن ہی، آئین تمھاری شان ہی

جان تو میری ہی، مگر کچھ نہین بولتی تو کیون
دیکھتی ہی مجھے ضرور، منھ نہین کھولتی تو کیون

شکل ہی یہ تمھاری ہی، تم ہو خفا، تو یہ بھی ہی
دور تم اور چپ شبیہ، وہ ہی خفا تو یہ بھی ہے

تم نظر آ ہی جاتے ہو، لے وہ خیال ہی سہی
کچھ نہین تو شبیہ سے، صرف جمال ہی سہی

تم سے مرے نصیب مین شاید کبھی کرم نہین
وہ ہین بڑی ہی خوش نصیب، ہجر کا جنکو غم نہین

رہتی ہیں شوہروں کے ساتھ، خوب سنگار کرکے وہ
ہنستی ہیں کھلکھلا کے وہ، تنتی ہیں بن سنور کے وہ

رخ پہ شباب کی بہار، رنگ سے دونوں گال لال
مانگ پہ موتیوں کا حسن، پان سے ہونٹھ لال لال

وہ جو لچک کے بل پڑیں، شاخ گلو کی بل پڑی
ہونٹھ جو ہنس کے کھل پڑے، گل کی کلی سی کھل پڑی

بال کھلے تو کھا کے بل دل کو لپیٹ لے گئے
دل میں تھے جتنے ولولے سب کو سمیٹ لے گئے

کچھ تو خود بدن میں کس، تنتی ہیں کچھ ادا کے ساتھ
کچھ تو ہے حسن قدرتی، بنتی ہیں کچھ ادا کے ساتھ

لینے کو شوہروں کے دل لطف ہے بات بات میں
حسن ہے اپنی گھات میں، ناز ہیں اپنی گھات میں

مجھ کو ہے غم تو پھر سنگار کون کرے، تمھیں کہو
دیکھ کے حسن، مجھ کو پیار کون کرے، تمھیں کہو

رکھتے نہیں یہ ہونٹھ رنگ، رکھتے نہیں گال رنگ
تم نہیں تو نظر میں ہے خون کا رنگ، لال رنگ

کاجل اڑے کردن اب اُسکی طرف نگاہ میں
بہتا ہے آنسوؤں کے ساتھ، ہوتی ہوں روسیاہ میں

خاک میں چوڑیاں ملیں، جی کو جلا رہی ہیں یہ
بھاڑ میں جائیں بجلیاں، آگ لگا رہی ہیں یہ

بار ہیں پتے بالیاں، خار ہیں چبھ رہی دنیاں
کس کو دکھاؤں اپنے کان، اب ہیں یہ بجنیاں

دیتی ہے داغ آرسی، میں نہ چھوؤں گی اب اسے
آتی ہے زرد رو نظر، دیکھتی ہوں میں جب اسے

بس اسکو میں ہوں چکی، دل پہ گراں ہے زیور اب
تم نہیں دیکھتے سنگار، خاک بچھے یہ مجھ پہ اب

بکس میں اسکو کرکے بند سب میں تمھیں کو بھیجدوں
تھا یہ تمھارے ہی لیے، اب میں تمھیں کو بھیجدوں

مجھ کو تو چاہتے نہیں، شوق سے آکے دیکھنا
چاہتے ہو جسے وہاں، اُسکو نہا کے دیکھنا

طنز سے کیا یہ کہہ اٹھی، شوخ مری زبان ہوئی
ہے یہ زبان گناہگار، میں نہیں بدگمان ہوئی

؎ صیغۂ ماضی ۱۲-

تم میں وفا ہو یا نہو، میں یہ کہوں گی ہر ضرور — ہاں یہ کہوں گی، راہ کو روکے ہر کوئی لاکھ ضرور
آؤ نہ آؤ، میں شباب تم پہ نثار کر چکی — تم مجھے پیار کر چکے، میں تمھیں پیار کر چکی

کس سے کہوں میں دل کا بھید سوچ میں بیٹھی ہوئی — لیٹ گئی تو آیا سوچ بیٹھ گئی کھڑی ہوئی
ہوتی ہوں تنگ کروٹیں غم سے بدل بدل کے میں — کاٹتی ہوں شرر کی طرح رات ٹہل ٹہل کے میں

چھوٹ کے منھ جو کوئی چیز مانگ اٹھی تو نہ ملی — آئے پسند ایسی چیز، مجھ کو نہ آج تک ملی
تیل کو میں ترس گئی، بال مرے چکٹ گئے — میں ہی لٹی، تو ہاں کیا، اُف وہ بلا سے لٹ گئے

جیسی پھنسی بلا میں اب اور کبھی پھنسی نہیں — دل میں کبھی خوشی نہیں، منھ پہ کبھی ہنسی نہیں
میری خوشی کی زندگی عقد سے پیشتر رہی — ساتھ تمھارا کیا ہوا، چھوٹ کے تم سے مر رہی

جذب کے ولولے ہزار، یہ مجھے سب عذاب ہیں — سب مرے دل کا جوش ہیں، سب مرا اضطراب ہیں
کیوں میں عذاب کھینچتی، جذب ہے یہ قصور ہے — ہجر میں جذب ہی سے ہے، درد کو جو سرور ہے

جذب میں کاش ہو یہ زور، جو تمھیں لائے کھینچ کر — گھر مری پتلیوں کے ہیں، انمیں بٹھائے کھینچ کر
چاہ کے رخ کھنچی ہوں میں کاہ رُبا سے جیسے گھاس — دل ہے تپش سے بیقرار، تیز ہوا سے جیسے گھاس

کاہ رُبا سے گھاس کو کھینچتی ہوں ہزار بار — جذب کو میں دکھاتی ہوں زور کشش کا بار بار
اب بھی نہ یہ کرے کشش، تو اُس سے کوئی کیا کرے — جذب کا نام جذب ہی پھر نہ رہے خدا کرے

دل مرا لیگئے ہو تم، اسکو نہ چھوڑ دوں گی میں — توڑ چکے جو تم تو خیر، لاؤ تو، جوڑ لوں گی میں
کانپ کے دل میں لاؤ خوف اپنے خدا کا تم کبھی — اپنی وفا سے دو جواب میری وفا کا تم کبھی
صرف تمھارے دید کی تم سے ہوں طالب و بس — صرف تمھاری آرزو مجھ پہ ہے غالب و بس

پھر کے تمھاری شکل سے دل نہ ہٹا، نہ ہٹ سکے — اور کسی طرف کبھی دھیان ہٹا نہ ہٹ سکے

جھوٹھ جو مین ذرا لکھون تو ہو خفا مرا خدا — چاہ کو مجھ سے چھین لے دے یہ مجھے سزا خدا

توبہ یہ کیا مین بک گئی توبہ یہ کیا مین کہہ گئی — چاہ تمھاری جب چھٹی پھر تو مین کچھ نہ رہ گئی

چاہ کا نام سحر ہے، تم پہ اثر کرے یہ کاش — جذب سے کھینچکر تمھین رخ کو ادھر کرے یہ کاش

غم سے دبی خوشی، مگر چاہ کی یہ خطا نہین — سحر ہے جسکی چوٹ سے درد کی انتہا نہین

ضبط کی کوئی حد بھی ہے، چاہ کو مین چھپا چکی — غم کی تو کوئی حد نہین کم نہوا مین کھا تھکی

اشک تو بہتے ہین، مگر اشک نہین نگاہ مین — بڑھ کے یہ موتیون سے ہین مجھ کو تمھاری چاہ مین

آنچل اگر ہو تر تو مین خشک کرون نچوڑ کر — ساس کے پاس جاؤن تو منھ کو ادھر سے موڑ کر

رہتی ہون سب سے مین الگ تاکہ نہ تاڑ جائین لوگ — روتی ہون سب سے چھپکے مین تاکہ نہ دیکھ پائین لوگ

آتی ہین ہنسنے، مگر مجھ مین نہین ہنسی مری — شرم سے کیا کہون کہ "وہ" لے گئے دل لگی مری

مین تو کہون زبان سے کچھ کھاتا ہے درد رنگ سے — دیکھتی ہین وہ غم کی شکل چہرے کے زرد رنگ سے

پوچھتی ہین تو کیا کہون چھیڑتی ہین تو کیا کرون — سادھ کے چپ لہو کے گھونٹ بیٹھی ہوئی پیا کرون

جھولنے کو جو وہ کہین جاؤن مین اٹھ کے جبر سے — گائین تو گاؤن انکے ساتھ غم کو چھپا کے صبر سے

ساون اگر مین گاؤن بھی تو وہی جسمین درد ہو — راگ مین کھینچے عورت آہ درد جب اس کا مرد ہو

گانیکا دم ہی کس مین ہے، تان نکلتی ہی نہین — سانس مین زور ہی نہین کھلکے یہ چلتی ہی نہین

پہلے لچک کے ناز سے کھاتی تھی مین ہزار بل — تم نہین اب تو ضعف سے کھاتی ہون بار بار بل

ضعف کا حال کیا کہون زور کو رنج کھا گیا — آہ کے ساتھ بارہا دل مرا منھ تک آگیا

پال گئے ہو تم جگنو، ہوتی ہون اس سے شاد مین
لے کے اسی کو گود مین کرتی ہون تم کو یاد مین

چاندنی رات مین مگر دیتے ہو غم ضرور تم
اُس کی نظر مین چاند ہے، میری نظر سے دور تم

چاندنی رات سرد ہی کرتی ہے دلکو سرد وہ
تم مرے چاند مجھ سے دور کیسے لیے ہر درد وہ

شب کو پتنگے آتے ہین گرتے ہین وہ چراغ پر
اور جلاتے ہین مجھے دیتے ہین داغ داغ پر

پاؤن تھین تو ہون نثار گرد پھرون اسیطرح
تم سے ملون اسیطرح، تم پہ گرون اسیطرح

تم مجھے کیون نہ لیگئے، چل دیے منھ کو موڑکر
چل دیے مجھ کو چھوڑکر، چل دیے دل کو توڑکر

ساس کو مجھپہ رحم کیا، ورنہ یہ روکتین مجھین
نند کو مجھپر کیا ترس ورنہ یہ ٹوکتین مجھین

پاک محبت اور مین، ملنے کی فکر کیون نہ ہو
جوش وفا کا اور دل چاہ کا ذکر کیون نہ ہو

جنکے دلون مین کھوٹ ہو اُن کو کہان نباہ سے کام
مجھ مین وفا ہے اس لیے، غم مین پڑا خدا سے کام

ہجر کی کاہشون کے ساتھ، یہ مری نازکی یہ تن
مجھ کو سزا یہ کیون ملی، سوچ یہی ہے رات دن

کی نہین مین نے کچھ خطا، کی ہو تو بھول جاؤ تم
مجھ کو نہ دیکھنا، مگر خیر سے گھر کو آؤ تم

آؤ جو تم تو رخ پہ مین آنچل اٹھا کے ڈال لون
اسمین تو ہرج کچھ نہین، جھانک کے دیکھ بھال لون

ابر امنڈ کے آگیا، رو دنگی اسکے ساتھ مین
اپنے جگر کے خون سے ہونگی رنگے ہاتھ مین

بول اٹھا وہ میرا مور، ہاتھ سے اب تو دل گیا
مجھ کو نہ مل سکوگے تم، اُسکو تو ابر مل گیا

گھر مین ہے پیڑ انار کا، اُس پہ پپیہے آتے ہین
دیکھ کے میری بیکسی مجھپہ ترس دکھاتے ہین

وہ نہین بیٹھتے کبھی پیڑ کے اوپر آکے چپ
تم کو پکارتے ہین روز، شرم سے مجھ کو پا کے چپ

ابر اٹھے تو سن کے شور ڈرتی ہون خوف کھا کے مین
دیکھ کے بجلیون کی آگ گرتی ہون تلملا کے مین

تم مرے پاس ہو تو پھر، خوف مجھے ذرا نہو — وہم سے ڈر ہو ڈر سے وہم جب کوئی دوسرا نہو
عورت اگر مین ہو پڑی، اسمین مری خطا نہین — یہ تو کہو کہ تبہ کچھ میرا بھی حق ہے یا نہین
پانؤن خدا نے کیون دیے، کیا اسی صحن کیلیے — سب یہ دلکے حوصلے مجھ سے حیا نے لے لیے
پردہ مین رہ کے عورتین مرتی ہین، گو قضا نہو — شرم کا حق ادا کرین، چاہ کا حق ادا نہو
اشک مرے ٹپک پڑے خط ہوا تر مین کیا کرون — بھیگ گئے کچھ بگڑ گئے، حرف اگر مین کیا کرون
بندھ گیا آنسوؤن کا تار خوش ہون مین دیکھ کر اسے — بن گیا موتیون کا ہار پہنے تمھاری یاد اسے
صبر سے گذری، موت پر تو جگر کرونگی مین — اپنے بدن کی آگ سے آپ ہی جل مرونگی مین
مجھ کو یقین ہے کہ تم آکے مجھے نہ پاؤگے — آکے نہ پاؤگے تو کیا، میری لحد پہ آؤ گے
فاتحہ بھی پڑھو گے تم، ہاتھ اٹھا کے یا نہین — روح کو خوش کروگے تم پھول چڑھا کے یا نہین
سبزے کو دیکھنا ضرور، مجھ پہ وہ بار ہو نہ جائے — نرم رہے، ہرا رہے، سوکھ کے خار ہو نہ جائے

جان لبون سے دے چکی، تم کو پیام اور بس
سنتی ہون شوق مین ہین انکو سلام اور بس

دوسرے رُخ پر ایک نظر

اس مین کچھ شبہ نہین اور مین حضرت قدوائی بیرسٹر کے لفظ لفظ سے اس بات مین متفق ہون کہ فطری جذبات کا نثر مین ادا کرنا مشکل ہے نہ نظم مین، لیکن صرف قلم ہی سے نہین بلکہ دل سے کہہ رہا ہون کہ حضرت شوق قدوائی نے جو کامیابی نیچرل جذبات

کے دکھانے اور اصلی خیالات کے ادا کرنے سے نظم کی دنیا مین حاصل کی ہے وہ آج ہندوستان مین اُنھین کے دماغ اور انھین کے قلم کے حصہ مین ہے اور انھون نے صرف شاعری نہین کی ہے بلکہ اخلاق اور معاشرت کا فلسفہ ان نظمون مین بھر دیا ہے۔

جو بڑی خوبی ان نظمون مین ہے وہ یہ ہے کہ مرد کا قلم عورت کا دل بنکر بول رہا ہے یہ ایسی لطافت ہے جسکی داد بہ نسبت مردون کے خوش فہم عورتون کے دلون سے اور بھی زیادہ ملنا چاہیئے۔ وہ خوش ہونگی کہ اُن کے خیالات اور جذبات کس لطافت کس فصاحت اور کس عفت کے ساتھ ان نظمون مین دکھائے گئے ہین اور پاکدامنی کے ساتھ وہ محبّت اور وفا جو ہندوستان کی نیک سرشت عورتین اپنے شوہرون کے ساتھ رکھتی ہین اور جو صرف ایشیا کی عورت کا خاص جوہر ہے اُسکو یہ نظمین کیسے کیسے دلآویز پیرایون مین ظاہر کر رہی ہین گویا اس بات کی قوی شہادت دے رہی ہین کہ ہماری عورتون کے پاکباز دل اپنے ایمان اور اپنی تمناؤن کو صرف شوہرون ہی کی صورتون تک محدود رکھتے ہین۔

جن لوگون نے انگریزی کی نظمون خصوصًا شکسپیر کے ڈرامون کو دیکھا ہے اور جسکی نگاہین سنسکرت اور بھاشا کے دلکش مضامین پر پڑی ہین وہ نیچرل جذبات اور اُنکی اداؤن کا لُطف زیادہ پا سکتے ہین۔ مین کہتا ہون کہ یہی عالمِ خیال کی نظمین خیالات کی ایسی وسعت اور ایسی کششون کے ساتھ اگر کسی یورپین شاعر کے قلم سے انگریزی زبان مین نکلتین تو یورپ کے اکثر حصے اُنکی تعریفون سے گونج اُٹھتے اور شاعر کا دامنِ اُمید

ہر قسم کی داد کے پھولون سے بھر جاتا، بلکہ میرا خیال تو یہ ہو کہ اگر ایسی نظمین انگریزی لباس
مین نظر آئین تو یورپ کی آزاد منش عورتین ہندوستان کی پاکباز عورتون کے خیالات سے
سچّی محبت اور وفا کا سبق لین۔

حضرت قدوائی بیرسٹر کا یہ خیال صحیح ہے کہ ان نظمون سے پیشتر اُردو مین (بلکہ
انگریزی مین بھی) ایسی سلسل منظیر نظمون کا وجود نہین پایا جاتا۔ فارسی کا ذکر ہی فضول
ہو۔ البتہ عربی مین علامہ آزاد بلگرامی نے سنسکرت اور بھاکھا کے خیالات لیکر فطری
جذبات کے نقشے کھینچے ہین۔ مگر چھوٹے چھوٹے۔ انگریزی کی نیچرل نظمین عموماً اور
رنگون کی ہین۔ یورپ کی عورتین مثل ہندوستان کی عورتون کے اپنے خمیر مین وہ
جوہر لطیف کم رکھتی ہین جو اُن کو ایسے جذبات کے اظہار اور فراق کے ایسے صدمات کی
تصویر کھینچنے پر مائل کرے جن کی حالتین ان نظمون سے پیدا ہو رہی ہین۔ لہذا میری طرح
ملک کے ذی فہمون کو یہ بات تسلیم کرنی پڑے گی کہ اردو مین ایسی بابند اور دلچسپ نظمون کے
موجد حضرت شوق قدوائی ہی ہوے۔

اب مین نظم پر نگاہ ڈالتا ہون اور دیکھتا ہون کہ یہ ہندوستان کی ایک فرقت نصیب
عورت کا خط ہو۔ وہ شوہر کی آمد آمد کا انتظار کر رہی تھی۔ اسی حالت مین پردیس سے
شوہر کا خط آیا کہ وہ ابھی نہین آسکتا ہو۔ عورت بیچین ہو کے اُسکو خط لکھتی ہو اور اپنی
بیقراری کے اظہار کا سلسلہ یون شروع کرتی ہو۔

پا کے تمھارے خط کو آج دل کی تڑپ بڑھی کچھ اور دل مین بھڑک کے غم کی آگ جسم پہ تپ چڑھی کچھ اور

خط کو پاکے وہ اور بھی تڑپی اور مایوس ہو کر کہتی ہے ؎

آنے کا آسرا کہاں یاس سے وہ بدل چلا ‎ ‎ ‎ دل مرا آنسوؤں کے ساتھ بنکے لہو نکل چلا
در کی طرف تھی جو نگاہ یاس سے اب زمین پہ ہے ‎ ‎ ‎ ہاتھ کبھی جگر پہ ہے اور کبھی جبین پہ ہے

یاس کی تصویر شاعر نے جس فصیح زبان مین دکھائی ہے، یاس اُس اصلی تصویر کی جانب خیال کو کھینچے لیے جاتی ہے جسپر یہ دردناک حالت طاری ہو، اور مدتون کی جدائی کے بعد ناامیدی جسکی اُمید کا خاتمہ کردے۔ اِن دونون شعرون مین پہلے شعر کا دوسرا مصرع زبان کی لطافت کے ساتھ شاعرانہ بلاغت کو اعلیٰ پیمانے پر ثابت کر رہا ہے

دوسرا شعر ایک ایسی صورت حال کا نظارہ ہے جس سے تین شکلون پر نگاہ پڑتی ہے، (۱) در سے نگاہ یاس کا زمین کی طرف آرہنا جو ایک فطری حالت ہے (۲) کبھی جگر پہ ہاتھ کا ہونا تاکہ درد اور بیچینی مین اُسکو سنبھالے (۳) کبھی جبین پہ ہاتھ کا ہونا جو حیرت کا نقشہ یا درد کی حالت مین سر کے سنبھالنے کا طریقہ ہے۔ یہ شعر اپنی فصاحت کے ساتھ شاعر کی اس قوت شاعرانہ کو ثابت کر رہا ہے جسکی حد انتہائے قوت شاعری ہے اور اس امر کی دلیل ہے کہ اس شعر کا نظم کرنے والا فطری اداؤن کا نقشہ کھینچنے مین کامل دستگاہ رکھتا ہے۔

پانچوان شعر جسکو مین آگے لکھتا ہون اس کا دوسرا مصرع عالم سخن سنجی مین جو شان دکھا رہا ہے اُس کا اندازہ وہی سخن فہم کر سکتے ہین جن کی نگاہین شاعری کے بلند درجون پر پہنچی ہوئی ہین ؎

خط سے بڑی جگر پہ چوٹ، زخم ہرے ہوے ہین آج ‎ ‎ ‎ تم سے نہ ار رہا گیا، دل مین بھرے ہوے ہین آج

زخمون کا ہرا ہونا ایک معمولی محاورہ ہی لیکن یہان اُس نے اپنے معمولی لطف سے بہت بڑھکے لطف دیا ہی۔ اور اُوپر کے اشعار اُمید کے بعد یاس کو ظاہر کر چکے ہین، اب یہ مصرع کہتا ہی کہ فراق کے پچھلے زخم جو اُمید سے بھر چلے تھے اب یاس سی بھری ہوئے، خط کی چوٹ کھا کے ہری یعنی تازے ہو گئے۔ دوسرے مصرع کی شرح کہانتک لکھی جائے "اسمین ہزار ہا گلے" کے الفاظ ایسے ہین جنکے وسیع مطالب کو دل سمجھ سکتا ہی مگر زبان نہین ادا کر سکتی۔

آگے چل کر تا درالکلام شاعر نے درد جگر کی حالت جس فصاحت لطافت اور بلاغت کے ساتھ دکھائی ہی، یہ انھین کے دماغ اور قلم کا حق ہی، گویا درد نصیب عورت یہ کہہ رہی ہی سے

سب کے جگر مین خون ہی میرے جگر مین درد ہے   سب کا شباب لال ہی میرا شباب زرد ہے

جو شاعرانہ کمال اور فصیحانہ لطف اس شعر مین ہی، وہ صاف کہہ رہا ہی کہ زبان، بندش خوبی مضامین، غرض نظم کے تمام اوصاف حضرت شوق قدوائی کے قبضۂ قدرت مین ہین۔ دوسرے مصرع مین شباب کے زرد ہونیکا رنگ اس پر جس اثر کے ساتھ جمتا ہے اس کی حالت سخن فہمون کے دلون سے پوچھی جائے مصرع اول کو مصرع ثانی سے جو ربط ہے کمال فن کی قطعی شہادت ہی یعنی "سب کے جگر مین خون ہی" اس سبب سے "سب کا شباب لال ہی اور میرے جگر مین درد ہی" اس سبب سے "میرا شباب زرد ہے" درد کا خاصہ ہے کہ چہرے کی رنگت کو بدل دیتا ہی۔

اوپر کے اشعار مین اگرچہ پاکباز عورت اپنے شوہر کے ساتھ محبت کا اظہار اُسکے خط کو بار بار چوم کے اور اپنے خیال کو اُسکی اُنگلیان چومنے کے لیے بھیج کے بہت عجیب پیرا

مین کر چکی ہی جن اشعار کو مین نے طوالت کے خیال سے نہین لکھا لیکن جو اشعار آ گئے لکھون گا اُن کے سخن گسترانہ مذاق کی خوبیون نے مجھے وہ لطف دیا ہی جسکو مین قلم کی زبان سے نہین ادا کر سکتا۔ عورت کی بیقراری کا سبب فراق ہی، اور فراق کو وہ اپنے شوہر کا ستم قرار دیتی ہی، اور اخلاقی فلسفہ سے کام لے کے کہتی ہے ؎

تم نہ ستم کرو تو کیون دل مرا بیقرار ہو　　　مین نہین چاہتی کہ تم میرے گناہگار ہو
کیا مین خدا کے سامنے تم کو سزا دلاؤن گی　　　اپنی وفا کے نام کو خاک مین کیون ملاؤن گی

پہلے شعر کا دوسرا مصرع اگر موتیون کے ساتھ تولا جائے تو مصرعے ہی کی قیمت بڑھی رہے، زبان ہی کہ فصاحت کا دریا ایک لہر بنکے یہ مصرع نمودار ہوا "مین نہین چاہتی" کا لطف ادا فہمون کے دلون سے کوئی پوچھے۔ انسان پر ظلم کرنا حق العباد مین داخل ہے، اس خیال کو پیش نظر رکھ کے شوہر کی بھی خواہ عورت اُس کو اپنا گناہگار بنانا نہین چاہتی یہ کیون؟ اس لیے کہ خدا کے سامنے وہ اُسے سزا نہین دلا سکتی محبّت کا مقتضا یہی ہے، اور اپنی وفا کو وہ برباد کرنا نہین چاہتی، جو اُسکی زندگی کا سرمایۂ ناز ہی۔ پھر وہ اپنے خیال کو جذب کی طرف پھیرتی ہی اور کہتی ہی ؎

چھپ گئے پتلیون سے تم اُن کو نظر نہ آؤ گے　　　یہ تو کہو کہ کس طرح دل سے نکل کے جاؤ گے

یہ محبّت آمیز طنز دل کے جذب کو جس خوبی سے ظاہر کر رہی ہی میرے خیال مین اس سے زیادہ لطیف پیرایۂ قلب کی قوت مقناطیسی کے اظہار کا اور ہو ہی نہین سکتا۔
جذب کو ظاہر کر دیا اور یہ تو کہہ دیا کہ تم کو دل سے مین نہین نکلنے دونگی مگر فراق کی

کاہشون کا دکھانا بھی ضروری تھا تاکہ شوہر کو ترس آجائے، تو اب کیا کہتی ہی ؎

دل مین جمے ہو تم مگر چوس رہے ہو خون کو ٭ تن مین خیال بنکے تم دیتے ہو شہ جنون کو

اپنے خشک اور زرد ہونے کی صورت پہلے مصرع سے ظاہر کی ہی اور دیوانگی کی حالت دوسرے مصرع سے۔ آخر فراق کی گرمی سے دل جل اُٹھا تو بیحواس ہو کے کہہ اُٹھی ؎

دم مرا لُو سے بڑھ کے گرم، دل مرا بیحواس ہے ٭ جسم مین جل گیا لہو اور ابھی تپ کی پیاس ہی

اِس شعر کا دوسرا مصرع شاعرانہ نازک خیالی اور فصاحت کے ساتھ بلاغت کے عرش پر جا پہنچا ہی، اور کس لُطف سے اس خیال کو ظاہر کر رہا ہی کہ بدن مین خون نہین رہا لیکن تپ کی پیاس نہین بجھی۔ یعنی مین نہایت نقیہ ہو گئی ہون، تپ اب بھی مجھے گھیرے ہوئے ہے۔

کیسا ہی رنج اور کیسا ہی غم کیون نہ ہو، فطرت کا یہ تقتضا ہی کہ کسی نہ کسی وقت دل کی تسکین کے لیئے کوئی نہ کوئی تسلی دینے والا خیال پیش آجائے ایسا نہو رنج و غم کا سلسلہ زندگی کی ضرورتون سے انسان کو بیخبر رکھ کے نفس کے سلسلے کو منقطع کر دے

فراق کی کاہشون اور یاس کی کاوشون سے شوہر کی وارفتہ عورت کو تشفی دینے کے لیے اگر کوئی چیز اُسکے سامنے ہے، تو وہ یہ ہے جسکو وہ یون بتا رہی ہی ؎

آئینے مین ہی ایک چیز جس مین مجھے اُسی سی ہی ٭ اُنس ہی تو اسی سی ہی اور نہین کسی سے ہی

وہ اپنے اُنس کو صرف اُسی چیز پر منحصر کرتی ہے یہ اُس کی عفت اُسکے نیک خیال اور اُسکے پاکیزہ نفس کی قطعی شہادت ہی، یہی اوصاف ہین جو ایشیا کی پاکباز عورتون کے واسطے سرمایہ ناز ہین اور جن کو قادر الکلام شاعر نے "انس کا" "اسی" پر انحصار

کرکے۔ اور نہین کسی سے ہو" اِن چند الفاظ سے نہایت فصاحت اور قوت کے ساتھ ظاہر کر دیا۔ اب عورت اپنے انس کی مزید شہادت قول سے بڑھ کر اظہار محبّت کے فعل سے یون پیش کرتی ہے ؎

دیکھتی رہتی ہون اُسے پیار کے ساتھ بار بار اُسکی بلائین لینے کو بڑھتے ہین ہاتھ بار بار

اداشناس خیال فرما سکتے ہین کہ یہ شعر حسین سلیس اور فصیح الفاظ کے ساتھ لطافت اور عورت کی فطری حالت کی خوبیان بھری ہوئی ہین، عورت کی زبان سے نکل کر کتنا لطف دے سکتا ہے۔

اب عورت اپنے خیال کو چکر مین ڈال کے، کہ آخر یہ وہ کیا چیز، اسکو اِن پاکیزہ الفاظ مین ظاہر کرتی ہے ؎

ہے یہ تمھاری ہی شبیہ، اور یہ میری جان ہے اسمین تمھارا حُسن ہے اسمین تمھاری شان ہے

یہ شعر کیسی سیدھی سادھی اُردو مین ہے، مگر کتنا پُر اثر اور کس قدر با مزہ ہے لطیف بندش اور فصیح الفاظ کے علاوہ آپ اس بات کو دیکھیے کہ محبّت سے بھری ہوئی عورت کی زبان سے نکل کر وہ شوہر کے دل کو کتنی جنبش دے سکتا ہے۔ پھر آگے چل کر عورت اپنے دل کی تسکین کا اظہار کیسے دلآویز طریقے سے کرتی ہے، اور کس پیاری ادا سے کہتی ہے ؎

تم نظر آہی جاتے ہو اب وہ خیال ہی سہی کچھ نہین تو شبیہ سے صرف جمال ہی سہی

اس شعر مین علاوہ اور تمام لطافتون کے لفظ "دائے" کا لطف وہی لوگ پا سکتے ہین جو بول چال کی خوبیون اور اُس کی نزاکتون سے واقف ہین۔ یہ ایک لفظ ثابت کر رہا ہے

کہ جس نے اس شعر کو کہا وہ زبان پر قادر، اُسکے نکات پر حاوی اور ادا بندی پر پورا قابو کیے ہوئے ہی۔

عورت تصویر سے صرف خیالی تشفی تو حاصل کرتی ہی لیکن فراق کا صدمہ جو اُسکے دل مین نشتر چبھو رہا ہی، اُس سے چین اُسی وقت پا سکتی ہی جب شوہر کو حسرت زدہ آنکھون سے دیکھ لے۔ ایسے نظارے کی اُمید یاس سے منقطع ہو چکی تو وہ مضطرب ہو کے نہایت درد انگیز آواز سے کہہ اُٹھی ؎

تم سے مرے نصیب مین شاید ابھی کرم نہین
وہ ہین بڑی ہی خوش نصیب ہجر کا جنکو غم نہین

جن کو خوش نصیب کہا اور بہت صحیح کہا اُن کی خوشیون اور اُن کے حوصلون کے نقشے کھینچ کے وہ اپنے شوہر کو دکھاتی ہی تا کہ اُن کی خوشیون سے اُسکے صدمون کا موازنہ کر سکے، اور کہتی ہے ؎

رہتی ہین شوہرون کے ساتھ خوب سنگار کرکے وہ
ہنستی ہین کھلکھلا کے وہ تنتی ہین بن سنور کے وہ

وہ جو لچک کے ہل پڑین شاخ گلون کی ہل پڑی
ہونٹھ جو ہنسکے کھل پڑے گل کی کلی سی کھل پڑی

بال کھلے تو کھا کے بل دل کو لپیٹ لے گئے
دل مین تھے جتنے ولولے سب کو سمیٹ لے گئے

کچھ تو ہی خود بدن مین کس تنتی ہین کچھ ادا کیسا تھ
کچھ تو ہی حسن قدرتی بنتی ہین کچھ ادا کیسا تھ

ان چار اشعار مین دوسرے شعر کے الفاظ کی لطافت تیسرے شعر کے دوسرے مصرعے کا قافیہ اور ولولون کے سمیٹ لیجانے کی اداے شاعرانہ اور چوتھے شعر مین فطری حسن کے ساتھ بن سنور کے اترانے کی تصویر مین جس خوبصورتی سے کھینچی گئی ہین، اُن کی داد اُن

ادا فہمون کے دل وین جن کا سخن سنجانہ مذاق دلربایانہ اداؤن کے لطف سے آشنا ہی۔ چوتھے شعر کا آخری مصرع قدرتی حُسن کے ساتھ بناوٹ کی ادا کو جو عورت کے حسن مین دلفریبی کی ایک خاص شان ہی، کس خوبصورتی سے ظاہر کر رہا ہی۔

خوش نصیبون کی صورتین دکھانے کے بعد عورت اپنی بے نصیبی کا نقشہ رکن حسرتناک الفاظ مین دکھاتی ہی تاکہ شوہر دونون کی حالتون کو لطف اور بے لُطفی کے دونون پلّون مین تول کے عدل سے اعتدال قائم کر سکے، وہ کہتی ہی ؎

مُجھکو ہی غم تو پھر سنگار کون کرے تھین کہو
دیکھ کے حُسن مجھ کو پیار کون کرے تھین کہو

شوہر کے فراق پر سنگار کو تج بیٹھنا یہ اظہار محبت تو ہی ہی مگر شعر اِس سے بڑھکر پاکدامنی کی شہادت دے رہا ہی یعنی سوا شوہر کے دُنیا مین اُسکے سنگار اور حُسن کا کوئی دیکھنے والا نہین "تھین کہو" کا لطف کوئی زبان دانون سے پوچھے۔ یہ ایسا سوال ہی جس کا جواب اگر شوہر دے تو رحم، مُحبّت، اور اظہار وفا کے سوا وہ اور کچھ دے ہی نہین سکتا، اور یہان اخلاقی فلسفہ کا نتیجہ یہی نکلنا چاہیئے۔

اب وہ زیور سے بیزار ہو کے مختلف زیورون کا نام لیتے لیتے کس فصاحت سے کہتی ہے ؎

بار ہین تیسے بالیان خار ہین جیسے دنتیان
کس کو دکھاؤن اپنی کان اب مین پہن کے ننتیان

"بار" اور "خار" ہمتناسب الفاظ، اور وہ دونون زیور جو قافیے مین آ گئے ہین اُنکی لطافت قافیے کی صورت مین، شاعرانہ لطافتین سخن فہمون کو وجد مین لاتی ہین

اسی زیور کے سلسلہ مین پھر کہتی ہے ؎

دیتی ہے داغ آرسی مین چھوڑون گی اب اسے ۔ آتی ہے زرد رو نظر، دیکھتی ہون مین جب اسے

آرسی کے شیشے کو داغ سے جو شباہت ہے وہ تو ہے ہی دوسرے مصرعے کی بلاغت اور اُسکے مضمون کی لطافت حضرت شوق کی شاعری کو انتہائے کمال پر ثابت کیے ہوئے ہے۔ زرد رو نظر آنے سے چہرہ کی زرد رنگت کا اظہار کس نازک خیالی سے کیا گیا ہے کہ سُبحان اللہ۔

وہ چند اشعار کے بعد ایک ایسا حسرت کا سین دکھاتی ہے جس کا خیالی نظارہ اگر کسی دل کو اپنے اثر سے مغلوب کر سکے تو اُسکے دل پر انسان کے دل کا اطلاق مشکل ہے، کہتی ہے ؎

میری خوشی کی زندگی عقد سے پیشتر رہی ۔ ساتھ تمھارا کیا ہوا چھوٹ کے تم سے مر رہی

یہ شعر اپنے عمدہ مذاق سے ہمارے مُلک کی باوفا اور باعصمت عورتون کی زندگی کا پورا فلسفہ ہے۔ عقد سے پیشتر وہ اپنے ماں باپ کے گھر جس خوشی سے زندگی بسر کر چکی تھی اُس کو اب حسرت کے ساتھ یاد کر رہی ہے۔ اسمین کچھ شک نہین کہ عقد کے بعد عورت کی ایک دوسری زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ اب اس شعر کو آگے رکھکے اگر دونون زندگیون کی حالتین دکھائی جائین تو اخلاق اور طرز معاشرت کے فلسفیانہ مذاق کی ایک بڑی کتاب تیار ہو جائے۔ حضرت شوق نے کمال سخن سنجی سے دریا کو کوزے مین بھر دیا ہے اس کو اعجاز فن کہنا چاہیے۔

عورت جوشِ محبّت کے ساتھ اپنے جذب کا اظہار کس لطف سے کرتی ہے، اُسکے خیال مین قوت جاذبہ کمی کر رہی ہے، اُسکو یون اُبھارتی ہے ؎

کاہ رُبا سے گھاس کو کھینچتی ہون ہزار بار — جذب کو مین دکھاتی ہون زورِ کشش کا بار بار

اب بھی نہ یہ کشش کرے، تو اُسے کوئی کیا کرے — جذب کا نام جذب ہی پھر نہ رہے خدا کرے

ان دونون اشعار مین جس شکل سے جذب کو شہ دی گئی ہے اُسکی نازک خیالی اور بلند پایہ شاعری کی داد دل سے بیساختہ ہونٹون پر آکے باہر نکلی پڑتی ہے۔

وفا اور محبت کا جوش ظاہر کرتے کرتے دل شکستہ عورت کو وہم ہوا کہ شاید شوہر کو یقین نہ آئے، تو وہ اپنی تحریر کو جھوٹ سے پاک ثابت کرنے کے لیے کیسا دردانگیز خیال اور کیسی محبت خیز سزا اپنے واسطے پیش کرتی ہے ؎

جھوٹ جو مین ذرا لکھون تو ہو خفا مرا خدا — چاہ کو مجھ سے چھین لے دے یہ مجھے سزا خدا

کہنے کو تو کہہ گئی، مگر فوراً اُسکو تنبہ ہوا کہ اگرچہ وہ سچی ہے لیکن چاہ جو اُسکے جذبات کی چیز ہے اور جن جذبات کو وہ خود بہت عزیز رکھتی ہے، اُس کا نام ایسے موقع پر کیون لیا۔

اس خیال کے آتے ہی اُس نے اپنی زبان بدلی اور کہہ اُٹھی ؎

توبہ یہ کیا مین بک اُٹھی توبہ یہ کیا مین کہہ گئی — چاہ تمھاری جب چھنی پھر تو مین کچھ نہ رہ گئی

اس سے زیادہ چاہ کی قدر اور کیا ہو سکتی ہے، مصرع دوم کا آخری حصہ "پھر تو مین کچھ نہ رہ گئی" کے الفاظ سے بول چال کی لطافت اور محاورے کی نفاست کو کس بلند پائے اور کیسے دلآویز پیرائے کے ساتھ ظاہر کر رہا ہے۔

آگے چل کر وہ اپنے رونے پر کس لطف سے پردہ ڈالتی ہے ؎
آنچل اگر ہو تر تو مین خشک کرون نچوڑ کر   ساس کے پاس جاؤن تو منھ کو اُدھر سے موڑ کر

اس شعر کی خوبیون نے دل کو جسقدر مسرور دیا ہے، اُس کی شرح قلم سے مشکل ہے۔ انسان کی ادا کا ایسا سچا اور صحیح نقشہ کھینچا گیا ہے جس سے بہتر کوئی دوسرا نقشہ ہو نہین سکتا۔ ساس سے روتی ہوئی صورت ایسے عمدہ پیرائے مین چھپائی گئی ہے کہ مین بلند آواز سے حضرت شوق کو اُن کے مذاق سخن اور کمال فن کی داد دیتا ہون۔ نظم مین ایسی سہل ممتنع نقاشی انھین کا حق ہے۔

ہمسن عورتین اس سے ملنے کو آتی ہین، تو وہ اُن کو غمزدہ صورت کس درد انگیز حالت کے ساتھ دکھاتی ہے، اور کس ضبط سے کام لیتی ہے ؎

آتی ہین ہمسنین مگر مجھ مین نہین ہنسی مری   شرم سے کیا کہون کہ وہ لے گئے دل لگی مری
مین جو کہون زبان سے کچھ کھلتا ہے درد رنگ سے   دیکھتی ہین وہ غم کی شکل چہرے کے زرد رنگ سے
پوچھتی ہین تو کیا کہون چھیڑتی ہین تو کیا کرون   سادھ کے چُپ لہو کے گھونٹ بیٹھی ہوئی پیا کرون

"وہ" کا اشارہ، اے سبحان اللہ زبان ہے کہ نظم کے رشتے مین موتی پرو رہی ہے؟ بیان ہے کہ واقعات کے ساتھ فطری حالتون اور اداؤن کی سچی نقاشی کر رہا ہے۔ دوسرے شعر نے خاموشی کی حالت مین جس رنگ سے درد کا اظہار کیا ہے، اور تیسرے شعر نے سکوت اور ضبط کی جیسی ہیئت دکھائی ہے، یہ چسپیان نگاہون سے دلون پر قبضہ کر رہی ہین۔

فطرت کا مقتضا یہ ہے کہ اضطراب کے سلسلے مین کوئی نہ کوئی تسکین دینے والا خیال

بھی پیدا ہو، ایسا نہ ہو تو غیر تمنا ہی سلسلۂ انتشار اور صدموں کو بڑھاتے بڑھاتے دماغ کو مختل کر کے انسان کی حیات کا خاتمہ کردے۔ فرقت نصیب عورت نے تسکین کی ایک صورت شوہر کی تصویر سے پائی اور دوسری صورت چکور سے، جسے اُس کا شوہر پال کے چھوڑ گیا تھا۔ چکور کا نظارہ کس لطف سے شوہر کی یاد کا محرک ہے کہتی ہے،

پال گئے ہو تم چکور ہوتی ہوں اس سحر شادیں   لیکے اسی کو گود میں کرتی ہوں تم کو یاد میں

لیکن چکور کی فطرت جو شب کو اُسے چاند کی طرف متوجہ کرتی ہے، اُس کا نظارہ عورت کی زبان سے کیسا حسرت انگیز واقعہ پیش کرتا ہے، وہ شوہر کو لکھتی ہے ؎

چاندنی رات میں گر دیتے ہو غم ضرور تم   اُس کی نظر میں چاند ہے میری نظر سے دور تم

یہ حسرت کا سین جس قدر دلچسپ ہے، اُس سے زیادہ شاعر کی تخئیل قابل تعریف ہے کہ زمین کے خیال کو طبیعت کی بلندی سے آسمان پر پہنچا کے چھوڑا۔

چند اشعار کے بعد عورت باوجود بےخطا ہونے کے اپنی خطا کا ذکر کس لطیف پیرائے میں کرتی ہے اور کیسے دلآویز طعنے سے شوہر کے دل کو گھر کی طرف کھینچتی ہے، وہ حجاب جو شریف عورت کی طرز معاشرت میں اسوقت لازمی ہے جب شوہر کے کنبے کی موجودگی میں گھر کے اندر قدم رکھے، ادا تو اسی حجاب کی بیان کی گئی ہے لیکن طنز آمیز اور دلکش آواز کے ساتھ، اسطرح کا حسن بیان نگاہ اور دل دونوں کے ساتھ جادو کا کام کر رہا ہے وہ کہتی ہے ؎

کی نہیں میں نے کچھ خطا، کی ہو تو بھول جاؤ تم   مجھ کو نہ دیکھنا، مگر خیر سے گھر کو آؤ تم

آ ؤ جو تم تو رُخ پہ مین آنچل اُٹھا کے ڈال لون — اسمین تو ہرج کچھ نہین جھانک کے دیکھ بھال لون،

کیا اس سے بہتر اور دلفریب ادا سوا حضرت شوق قدوائی کے اور کسی شاعر نے اُردو یا فارسی مین دکھائی ہے؟ نہین۔ یہ قدرت سخن بس اُنھین کی زبان کو حاصل ہے کہ حجاب اور اُسکے ساتھ جھانک کے دیکھنے کا خوشنما منظر نگاہون کے سامنے پیش کر دیا جسکے لطف سے دل کبھی آسودہ نہین ہو سکتا۔ "خیر سے"، کہہ کے عورت کی زبان نے محاورے کے جسم مین تازہ جان ڈال دی ہے۔

عورت خط لکھ رہی تھی کہ ابر آ گیا، مور بول اُٹھا، پپیہے انار کے پیڑ پر آ بیٹھے۔ یہ سین جس نفاست سے دکھایا گیا ہے۔ اُس کی تعریف کہان تک کی جائے۔ وہ کس حسرت کے ساتھ کہہ رہی ہے ؎

ابر اُمنڈ کے آ گیا، رو دُنگی اُسکے ساتھ مین — اپنے جگر کے خون سے دھو دُنگی رکھکے ہاتھ مین
بول اُٹھا وہ مور اور، ہاتھ سے اب تو دل گیا — مجھ کو نہ مل سکو گے تم، اُس کو تو ابر مل گیا
گھر مین ہے پیڑ انار کا، اُسپہ پپیہے آتے ہین — دیکھ کے میری بیکسی مجھ پہ یہ ترس کھاتے ہین
وہ نہین بیٹھتے کبھی پیڑ کے اوپر آ کے چُپ — تم کو پکارتے ہین روز، شرم سی مجھ کو پا کے چُپ

تیسرے شعر کا دوسرا مصرع غضب کا حسرت انگیز فوٹو ہے۔ پپیہون کا ترس کھانا اور باحجاب عورت جو دل کے جذبات کو شوہر کے نام سے زبان پر نہین لا سکتی، اُس کی خاطر سے پکارنا یعنی "پی کہان" کی آواز نکالنا، ان اداؤن کا اظہار ایسی فصاحت اور لطافت کے ساتھ یہ شاعری کیا ہے سحر بیانی ہے۔

طرز معاشرت سے ہمارے ملک کی عورتین جس حالت مین ہین، اُسکی پوری داستان صرف یہ ایک مصرع کہہ رہا ہی ع

عورت اگر مین ہو بڑی آمین مری خطا نہین

سچ یہ ہی کہ یہ ہے تو ایک ہی مصرع، مگر ایک ہزار اشعار بھی کہے جائین تو شاید اُس کی شرح نہ ہو سکے "ہو بڑی"، کا محاورہ زبان کیا، دل سے داد لے رہا ہی۔

درد انگیز خط لکھتے لکھتے عورت کا نازک دل ضبط کی طاقت کھو بیٹھا، اور اُسکے آنسو بیساختہ ٹپک پڑے، وہ اس حالت کو کس مجبوری مگر کس خوبی کے ساتھ ظاہر کرتی ہی ؎

اشک مرے ٹپک پڑے خط ہوا تر مین کیا کرون ‏ ‏ بھیگ کے کچھ بگڑ گئے، حرف مگر مین کیا کرون

بندھ گیا آنسوؤن کا تار خوش ہون مین دیکھ کر ‏ ‏ بنگیا موتیون کا ہار پہنیے تمھاری یاد سے

دوسرے شعر کی شاعرانہ نازک خیالی حضرت شوق کی کمال معنی آفرینی کی قطعی دلیل ہی یاد کو ہار پہنانا۔ اِس کا مزہ سخن فہمون کے دلون سے پوچھنا چاہیے "مین کیا کرون" کی ردیف محاورے کی لطافت کے ساتھ مجبوری کی سچی اور دلچسپ تصویر ہی۔

آخر عورت حسرت اور یاس سے مجبور ہو کر اپنی زندگی سے ہاتھ دھو رہی ہی، اور کس پُر درد آواز سے کہتی ہی ؎

صبر سے گذری موت پر ابتو جگر کرونگی مین ‏ ‏ اپنے بدن کی آگ سے آپ ہی جل مرونگی مین

مجھکو یقین ہی کہ تم آکے مجھے نہ پاؤ گے ‏ ‏ آکے نہ پاؤ گے تو کیا میری لحد پہ آؤ گے

فاتحہ بھی پڑھو گے تم، ہاتھ اٹھا کے یا نہین ‏ ‏ روح کو خوش کرو گے تم پھول چڑھا کے یا نہین

سبزی کو دیکھنا ضرور مجھ پہ وہ بار ہو نہ جائے ‏ ‏ نرم ہے ہرا ہے سوکھ کے خار ہو نہ جائے

پہلے شعر کا دوسرا مصرع ہجر کی تپ کا جو درد انگیز نتیجہ نکال رہا ہے اُس کی لطافت اور اُسکے
بیان کی فصاحت لاجواب ہے۔ بیچ کے دو شعر حسرت کی کیسی دردناک تصویرین کھینچ رہے ہین اور
جو اس نظم کے خاتمہ کا شعر ہے اس پاکیزہ شعر کو قادر سخن شاعر نے لکھ کے قلم ہی توڑ دیا۔

اس نظم کی داد جو کچھ مین نے دی یہ اگرچہ اُس تخیل کی پوری داد نہین ہے جسکے
موجد اُردو زبان کی دُنیا مین منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی ہوئے ہین البتہ نظم کے
فطری خیالات اور دل کے اصلی جذبات کا صحیح اندازہ میرے اس ریویو سے کچھ نہ کچھ
ہو جائے گا۔ جن لوگون نے انگریزی نظمون کو دیکھا ہے وہ انسان کے فطری جذبات اور
عام طور پر نیچر کے مناظر کی قدر ضرور اُن لوگون سے زیادہ کر سکتے ہین جنکی نگاہین وہان
تک نہین پہنچی ہین اور جن کے دماغ نیچر کی فلاسفی سے ناآشنا ہین۔ انگریزی مین ایسے
سلسلے کے ساتھ اس قدر انسانی جذبات اور فطری حالات سے بھری ہوئی نظم یقیناً نہ
ملے گی۔ اسکے جہان اور اسباب ہون وہان ایک بڑا سبب یہ ہے کہ ایشیا کی شوہر پرست
عفت مآب اور باوفا عورتون کا مذاقِ زندگی جسقدر پاکیزہ ہے اُسکی مثال اور کسی ملک
مین نہین مل سکتی۔

بعض نافہم جو نیچر کے فلسفہ سے ناواقف ہین اور جنکی نگاہین علوم کی منزلون کو
طے کر کے حیاتِ انسانی کے جذبات اور فطری واقعات تک نہین پہنچی ہین وہ اس قسم
کی نظمون کے نازک خیالات اور لطیف معاملات کے سمجھنے ہی سے مجبور رہون تو کیا

تعجب ہی۔ ان کی مثال ایسے لوگون سے دینی چاہیئے جو بغیر بصارت کے دنیا مین پیدا ہوئے۔ وہ تو نہ دُنیا کو دیکھ سکتے ہین نہ جان سکتے ہین کہ وہ کیا چیز ہے۔

کوئی انسان، مرد ہو یا عورت، دلی جذبات سے خالی نہین ہوتا۔ یہ اور بات ہی کہ سوسائٹی کا اثر کہین اُس کو ایک رنگ مین ظاہر کردے، اور کہین دوسرے رنگ مین ہندوستان کی پاکباز عورت جس کا راز اور جسکے دلی جذبات سے واقف ہونیوالا سوا اُسکے شوہر کے کوئی دوسرا ہو ہی نہین سکتا، اگر وہ شوہر سے بھی جذبات کا اظہار نہ کرے تو یقیناً اُس کا دم گھٹ جائے، اور اُس کی زندگی کو تپ دق ختم کردے

مین نے منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کی سب نیچرل نظمین دیکھی ہین مین بلا خوف تردید کہہ سکتا ہون کہ جسطرح وہ قدرت سخن سرائی سے فطری اداؤن کے دکھانے اور جذبات انسانی کے سچے نقشے کھینچنے پر اعلی درجہ کی زبان کے ساتھ قادر ہین اسیطرح وہ سائنس اور فلاسفی کے اہم مسائل کو سلیس اور فصیح زبان مین نظم کردینے پر بھی قادر ہین۔ ان دونون اصناف سخن کے موجد اردو زبان مین وہی ہوئے، اور شاعری کے خزانے مین جو گران بہا جوہر وہ بھر رہے ہین، اُن کے اعتبار سے سخن سنجی کی تاریخ مین اُن کا نام سُنہرے حرفون سے لکھا جائے گا۔ ان دو اصناف سخن کے علاوہ انھون نے بہار اور برسات کی نظمون مین جو لطف سبزی کا دکھایا ہی، اور مختلف اقسام کی نیچرل نظمون مین اسی نظم کے مناسب جو لطافتین ظاہر کی ہین، اُن سبھون کی مجموعی حالت خود بلند آواز سے کہہ رہی ہے کہ وہ قادر الکلام ہین، اور صرف معمولی قادر الکلام

نہین بلکہ فلاسفر اور سحر البیان قادر الکلام

مین اپنے معزز دوست مسٹر قدوائی بیرسٹر ایٹ لا سے متفق ہون کہ عوام نے اُردو مین نیچرل مضامین کی بہت کچھ مٹی خراب کی ہے آج بھی بکثرت ایسی نظمین نظر آتی ہین جو شاعری کو بدنام کر رہی ہین۔ اُردو شاعری کا نصیب پھر بھی اچھا ہے کہ آخر وہ حضرت شوق قدوائی کا سا بلند پایہ شاعر نیچرل نظمون کے لیے پا ہی گئی۔ ورنہ خدا جانے فطرت کی مٹی کب تک خراب ہوتی۔

اب مین اس ریویو کو ختم کرتا ہون اور ظاہر کیے دیتا ہون کہ اگرچہ تمام نظم فصیح زبان، لطیف خیالات اور حیات انسانی کے فطری جذبات سے بھری ہوئی ہے، لیکن مین زیادہ طوالت کے خیال سے صرف چند اشعار ہی پر ریویو کر سکا۔ اس سے پورا نہین تو ایک حد تک اس اردو نظم کی بلند شاعری اور فطرت انسانی کی پر اثر کششون کا اندازہ مل جائے گا۔

محمد سلیمان (بیرسٹر ایٹ لا)

تیسرا رُخ

شوہر نے عورت کے خط کا جواب لکھا ہے

تمھارے خط کو دیکھکر نظر اسی مین گھر گئی
تمھاری شکل خط کے ساتھ پتلیون مین پھر گئی

ہے لفظ لفظ خط کا درد و غم کی داستان سے
قلم تمھارا دل بنا وہ بول اٹھا زبان سے

تمھارے سب گلے بجا، تڑپ بجا، الم بجا
تمھاری شب کاٹتین تمھاری ہی قسم بجا

وہان جو دل مین درد ہی یہان بھی آہ سرد ہے
وہان جو رنگ سوہز یہان بھی رُخ پہ گرد ہے

اُدھر بھی چوٹ ادھر بھی ہے نہ تاب ادھر نہ تاب ادھر
نہ چین اُدھر نہ چین ادھر نہ خواب اُدھر نہ خواب ادھر

اُدھر تمھاری کے شب کٹی ادھر تڑپکے شب کٹے
یہ سوچ شام ہی سے ہے کہ دیکھین رات کب کٹے

تمھارا چین مین ہی تھا، جو دُور مین تو دُور وہ
سرور میرے دم سے تھا، نہ مین نہ اب سرور وہ

مری خوشی تمھین سے تھی نہ تم نہ اب خوشی مری
فراق چھین لیگیا اُڑا کے سب خوشی مری

وہ دن خیال ہوگئے، وہ راتین خواب ہوگئین
وہ ولولون کی راحتین سب اضطراب ہوگئین

نہ ان لبون پہ وہ ہنسی نہ رُخ پہ اب وہ رنگ ہے
نہ روح مین وہ تازگی نہ دل مین وہ اُمنگ ہے

شباب، رنگ، حسن، انکی صورتین بگڑ گئین
گھرون مین لوٹ پڑ گئی تو بستیان اُجڑ گئین

جہان کوئی دوسرا جو غم سے پاک ہو کہین
تو ہم تم اس جہان سے نکل جائین رہین وہین

یہان ہزار آفتین انھین مین لی گھر اکرین — یہان ہزار گردشین انھین مین سر پھرا کرین

وہ ناک چل کے ڈھونڈھ لین جہان نہ آسمان ہو — جہان نہ اُسکے ظلم سے مصیبتون مین جان ہو

جہان نہ ہو اجل کہ "اسکو" اسکا داغ دے سکے — جہان زمین ہی نہ ہو کہ گور مُنھ مین لے سکے

جہان نہ کوئی فکر ہو نہ بھوک ہو نہ پیاس ہو — جہان نہ مین اُداس ہون جہان نہ تم اُداس ہو

تمھارے آنسوؤن کے داغ خط مین جسجگہ پڑے — وہ خط سے میرے دل مین آکے داغ بنکے رہ پڑے

تمھاری عمر ہو دراز اجل کا نام چھوڑ دو — لحد کے مُنھ مین خاک مُنھ سے یہ کلام چھوڑ دو

ہوا لحد کے سبزے کی کھری نہ پھر دماغ مین — ہے سبزہ نرم اور ہرا تمھارے خانہ باغ مین

نہ تم ہو بھولنے کی شے، نہ تم ہو چھوٹنے کی شے — قسم خدا کی تم ہو دل مین او دل بغل مین ہے

نظر مین گُھر کیے، نور بن کے تم مری نظر مین ہو — جمال بنکے دل مین ہو خیال بنکے سر مین ہو

تمھاری مسکراہٹون کو یاد کر رہا ہون مین — کھلین نہ دانت اس ادا سے یاد کر رہا ہون مین

وہ لب وہ اُنکی جنبشین مری نظر کو یاد ہین — وہ ہلکی ہلکی چٹکیان مرے جگر کو یاد ہین

وہ ترچھی ترچھی چتونین ستم کرین پھرین جدھر — وہ کالی کالی پتلیان کبھی اُدھر کبھی ادھر

وہ بال کھول کر کبھی جھٹک کے سر کو تھامنا — لچک پڑے بدن تو پھر لپک کے در کو تھامنا

لبون کو اپنے پوچھنا وہ آرسی کو دیکھ کر — نہ پھیل جائے تاکہ رنگ پان کا اِدھر اُدھر

وہ نازکی کہ تم نے کہہ کے یہ اُتاری آرسی — گران ہے میرے ہاتھ پر چھلا او بھاری آرسی

وہ ناپسند رنگ کا بھنوین چڑھا کے پھیرنا — وہ میری سمت پھر نظر کو مسکرا کے پھیرنا

گلوریون کی صورتین وہ خوشنما نئی نئی — سپید پان اور ہرا اور اندر اُسکے پستئی

وہ سادگی تمھاری بانکپن کو شہ دیے ہوئے — وہ شوخیاں حیا کو اپنی گود میں لیے ہوئے

سحر کے وقت پھینکنا گلے سے ہار اُتار کے — بچھونے سے وہ جھاڑنا گرے ہیں جو پھول ہار کے

وہ ہار مجھ کو یاد ہے، کہا تھا دیکھ کر جسے — ہین ہو گرے کے پھول کم نہیں سہتی ہیں اسے

کرخت تو ہے، سر میں درد ہو گا، دو ڈال دو — نہیں تو بس کامنی کے پھول چن کے تم نکال دو

پلنگ اپنا کھینچ کر وہ چاندنی میں لیٹنا — ہوا سحر کی سرد ہو تو جسم کو سمیٹنا

زری کرب کے وہ چڑھ کہ جھبتی ہے خارسی — پسند صرف ململ اور گلبدن بنارسی

وہ چوڑیوں کا پھیرنا، کہا تھا دیکھ کر جنھیں — چبھیں گے انگے گوکھرو نہ پہنوں گی کبھی انھیں

کھوبدل کے لائیں ایسی چوڑیاں بڑی سیان — کہ تین تین بانکیں چار چار ہوں کر ملیاں

گرا زمرد ایک شب جو ٹوٹ کر بلاق سے — تم اُسکو ڈھونڈنے لگیں چراغ لیکے طاق سے

تمھیں تو جب وہ نہیں ملا، مگر میں اس کو پا گیا — دیا تو پھر تمھیں مگر میں اُس گھڑی چھپا گیا

مری ہنسی پہ وہ تمھارا پیچ و تاب یاد ہے — وہ تیوریاں چڑھی ہوئی وہ اضطراب یاد ہے

غرض خدا سے ہے دعا کہ تم ہوا در جہاں ہو — تمھیں تو میری روح ہو تمھیں تو میری جان ہو

تمھارا زیور اور آئے میرے پاس ڈاک پر — لگا یا تیر طنز کا یہ تم نے دل کو تاک کر

تمھاری بدظنی بجا، مگر غلط، مگر غلط — یہ آنکھیں بیوفا نہیں تو پڑتی کیوں نظر غلط

نظر میں تم جگر میں تم، تو کون دخل پا سکے — مکان سب گھرے ہوئے ہیں کون میں آ سکے

قسم تمھارے گیسوؤں کی جنکے پیچ میں ہے دل — قسم تمھارے صاف رخ کی جسپہ ہے سیاہ تل

قسم تمھاری پتلیوں کی جن کی ہر نظر بلا — قسم تمھارے ابروؤں کی جنکے بس میں کربلا

قسم تمھارے اُن لبون کی جن کا رنگ لال ہے
قسم تمھارے گھونگھرون کی جنکے پاس جال ہے

قسم تمھارے سر کی جسمین بال ہین بڑے بڑے
قسم نظر کی سحر جس سے پاے زک اگر لڑے

قسم تمھارے دل کی جسمین بار ہا بھرا ہون مین
قسم تمھارے سوسون کی جنمین گھرا ہون مین

قسم تمھارے اس سخن کی طرز جس کا کام ہے
قسم تمھاری اُس چھری کی ناز جسکا نام ہے

قسم تمھاری اُس ہنسی کی جس سے گل کھلا کرے
قسم تمھاری اس زبان کی مجھے جو گلا کرے

قسم تمھارے اُس غضب کی سرخ جس سے گال ہون
قسم تمھاری اس حنا کی ہاتھ جس سے لال ہون

قسم شکن کی جب جبین پہ نازُ اسکو ڈال دے
قسم صدا کی بات کو جب اُٹھکے ساتھ ٹال دے

قسم گلے کی جس سے زیب موتیون کے ہار کو
قسم دہن کی جسکے دانت دین شکست انار کو

قسم ہے انگلیون کی دلکو چھین لین وہ جب ہلین
قسم ہے رخ کے سایے کی زمین پہ جس سے گل کھلین

قسم ہے بیرخی کی جبکو پھیر کے رخ عیان کرے
قسم ہے خامشی کی جب نگاہ کچھ بیان کرے

قسم ہے تن کی قد قدم آئینہ جسے کہون
قسم ہے قد کی جس کا سایہ بنکے کاش مین ہین

قسم تمھاری چال کی ہے جسکے ساتھ حشر ہے
قسم ہے قد کی جنبشون کی جنکے ساتھ نشر ہے

غرض تمھارے حسن کی قسم یقین مان لو
مرے جگر مین اور دل مین ہو تمھین یہ جان لو

یہان مین آکے پڑ گیا تجارتون کے پھیر مین
جب الجھنین گتھیان پڑین تو سلجھین جا کے دیر مین

نہ چھوڑو اپنا آسرا، نہ توڑ دو دل کو یاس سے
نہ تم امید کو ہٹاؤ اپنے دل کے پاس سے

گلے نہ پھر گلے رہین گے مجھکو پاکے ایکدن
ہنسی بنین گے سب گلے لبون پہ آکے ایکدن

مین خط مین چین بھیجدون جو تم کو چین آسکے
نظر تو پا ہی جائے گی مگر جو دل بھی پا سکے

یہ خط ہی میری ہاتھ کا، اِسی کو چین جان لو — مین بیسوین دن آؤن گا، یقین اس کا مان لو
مین اس خبر سے خوش ہوا کہ زندہ ہی چکور بھی — تمھارے پاس ہی تھا، وہ حسین مور بھی
پپیہے خوش رہین کہ روز وہ مجھے بلاتے ہین — جواب مین "وہ پی کہان" تو تم کہو کہ آتے ہین

یہ خط تو ختم ہو چکا، پیام اب ہی شوق کا
دعائین اب ہین شوق کی سلام اب ہی شوق کا

تیسرے رخ پر ایک نظر

اُردو درکنار فارسی کی زبان جو شاعری کے لیے بہت موزون اور شیرین تسلیم کر لی گئی ہی اُسمین بھی عورت اور مرد کے سچّے جذبات کے ساتھ فطرت کے صحیح اور اکات اور انسانی دل و دماغ کے اصلی خیالات کی نظم کا وجود نہین ہی فطری نقاشی کا مذاق سخن سرایان فارس مین پیدا ہی نہین ہوا۔ یہی سبب ہی کہ برسات، بہار، خزان اور جنگل وغیرہ پر جتنی نظمین شعرائے ایران کی ہین، اُن مین سوا لفّاظیون اور ادعائی بلند پروازیون کے فطرت کی کارسازیون اور قدرت کی خوبیون کے نظارے کا ذکر کہین خال خال ہی اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شاعر نے فطرت کو پیش نظر رکھ کر نظم نہین کہی بلکہ جہان اور مختلف خیالات کے اشعار قلم سے نکلے وہان دو ایک شعر ایسے بھی نکل گئے جنمین فطرت کا رنگ اتفاقی آ پڑا۔

اُردو شاعری نے ابتدا ہی سے فارسی شاعری کی تقلید کا جامہ پہن لیا۔ اُس کا

سبب یہ ہے کہ اُردو اُنھین لوگون کی پیدا کی ہوئی ہے جنکے دماغون مین فارسی شاعری
بھری ہوئی ہے سنسکرت اور بھاشا اُس زمانہ مین ٹھنڈی ہو گئی تھین اور اہل فارس
کی کثرت آمد و رفت اور شعراء فارس کے ہجوم سے ہندوستان ملک ایران کا ایک حصّہ
ہو رہا تھا۔ خود ہندوستان کے اصلی باشندے اپنی اپنی زبانون کی شاعری چھوڑ کر
فارسی کی جانب ٹوٹ پڑے۔ ایسی سوسائٹی کے اثر سے یہ بات لازمی تھی کہ اردو شاعری
مین جو گرمی پیدا ہو وہ فارسی کے شعلون سے پیدا ہو اور ایسا ہی ہوا۔

فارسی شاعری کے تخم سے اُردو شاعری پیدا ہوئی، تو سائنس کے قانون وراثت
نے اپنا زور دکھایا، اور اُردو نے فارسی کی صورتین لیکر بڑھنا شروع کیا، یہان تک کہ
فرع اپنی اصل سے بالکل مشابہ ہو گئی۔ سائنس کے قانون تباین کا اثر صرف اسقدر
ہوا کہ زبان ہندی کی آمیزش سے فارسی کے ساتھ اختلاف ہو گیا۔ بہر حال
اُردو کی شاعری فارسی کی پیدا کی ہوئی اور پروردہ ہے۔ اس مین فطری مذاق
کہان سے آتا۔ یہ بھی اپنے دامنون کو سمیٹے ہوئے اسی احاطے مین بیٹھ گئی جو احاطہ
اُس کی مادر مہربان نے کھینچا تھا۔

ایک مدت تک غزل، واسوخت، مثنوی اور قصائد وغیرہ اسی قسم کی نظمون
سے اُردو کی سخن سنجی کا خزانہ معمور ہوتا رہا، اور نثر مین فسانہ عجائب اور اسی روش سخن
کی سی کتابون نے بلند نامی کے جھنڈے اُڑائے آخر سوسائٹی کے مذاق مین کچھ تغیر ہوا
اور زمانے مین حضرت آتش، حضرت غالب اور حضرت انیس کے سے سخن سرا پیدا ہوئے

آتش نے غزل مین جذبات، غالب نے جذبات نظم کے ساتھ نثر مین سلاست اور انیس نے فطری نقاشی کی خوبیان پیدا کین۔ ان بزرگون کے نام شاعری کی تاریخون مین آب زر سے لکھے گئے۔ لیکن اُن کے دماغون اور قلمون سے جو نظمین نکلین وہ صرف ایک ہی صنف کو لیے ہوئے تھین۔ مثلاً آتش اور غالب صرف تغزل کے عمدہ نواسنج اور اسی صنف مین جدت آفرینی کے ساتھ معروف ہوئے اور انیس نے مرثیہ اور سلام کو اختیار کیا، وہ صرف اسی صنف مین انتہائے کمال تک گئے۔ اُنکے کھینچے ہوے فطری نقشے دلچسپ دلکش اور دلفریب ہین لیکن وہ انھین حدود تک محدود ہین جو حدود مرثیہ اور سلام کے لیے قائم اور موزون تھے۔ اسمین شک نہین کہ جو تصویرین انیس مرحوم کے قلم سحر رقم نے کھینچی ہین وہ لاجواب ہین۔ زبان اُنکے قابو مین اور فصاحت اُن کے قبضے مین تھی۔ مگر میرا مطلب یہ ہے کہ فطرت کی عام جلوہ آرائیان اور قدرت کی وسیع کارسازیون کی جانب اُن کو توجہ نہین تھی توجہ نہونے کے کچھ ہی اسباب ہون مجھے اُن سے بحث کی ضرورت نہین صرف یہ بات لکھنی ہے کہ جو مذاق علمی اور عملی صورتون کے ساتھ آج نظمون اور نثرون مین آرہا ہے یہ انگریزی علم ادب سے اُردو مین آیا، اور یہ مشرق کی سرزمین سخن مین مغرب کی تخم افشانیون کے ثمرے ہین۔

جدید مغربی مذاق کے پھیلتے ہی ہندوستان مین نیچرل شاعری کا وہ طوفان اُٹھا جسکی انتہا نہ رہی۔ دُنیائے شاعری مین نوخیز اور نوآموز لڑکے، جن کی زبانین اور جنکے قلم صحیح رفتار سے ناآشنا تھے، اپنے لڑکھڑاتے ہوئے پاؤن اور ٹھوکرین کھاتے

ہوے قدمون سے چل کھڑے ہوئے اس طوفان بے تمیزی نے سخن سنجی کے صاف
راستون کو برباد کردیا۔ اب تک ہم دیکھ رہے ہین کہ ناواقفان سخن اپنی نافہمی کے ساتھ
سخن سرائی کے مدعی ہین۔ نہ وہ شعر گریہ کو جانین، نہ تعقید، نہ شاگان کو، اور نہ کسی
نقص کو، اُن کے خیال خام مین سخن سنجی کے واسطے پختہ مغزی کی ضرورت نہین ہر
وہ نافہمی کے ہجوم سے دماغ مین اس خیال کو لاہی نہین سکتے کہ دنیا کا کوئی علم اور
کوئی فن اصول سے متجاوز ہو کے کامیابی کی منزل تک نہین پہنچ سکتا۔ ایسے لوگون
کی نظمین سوا اس کے کہ ارباب فہم کے دماغون کو پراگندہ اور نگاہون کو پریشان کرین
کوئی دوسرا نفع نہین پہنچا سکتین۔ وہ قلمرو سخن مین ٹکسال باہر ہین۔

یہ طوفان بے تمیزی برپا ہوا، برپا ہے، اور غالباً ابھی برپا رہے گا لیکن اس
افسوس کے ساتھ کچھ اسباب اطمینان کے بھی مہیا ہوگئے ہین یعنی اقلیم سخن نے
حضرت سحر البیان شوق قدوائی کے سے قادر الکلام سخنور کو پیدا کردیا ہے جنکے پُرزور دماغ
نے سائنس اور فلسفہ کے اہم مسائل کو فصیح اور سلیس اُردو مین باُصول نظم کرکے یہ بات
ثابت کردی کہ اگر زبان دانی کے ساتھ کلام پر قدرت کاملہ ہو تو زبان اُردو سخن سرائی کی
ہر صنف کو نہایت زور اور لطافت کے ساتھ اپنی گود مین جگہ دے سکتی ہے۔

علمی مسائل کے علاوہ حضرت شوق قدوائی نے جو سینریان دکھائی ہین اور سبزہ زار
قدرت کے جیسے چمن صفحون پر کھلائے ہین نیز انسان کے فطری جذبات فطری خیالات
اور فطری اداؤن کی جیسی سچی اور خوشنما تصویرین کھینچی ہین اُنکی مثال اگر آج ہندوستان

کی زندہ شاعری مین تلاش کی جائے تو سوا حضرت شوق قدوائی کی نظمون کے اور کہین نہین مل سکتی۔ ایسی حالت مین مجھے یہ کہتے ہوسئے ذرا بھی جھجک نہین ہے کہ حضرت شوق قدوائی ملک سخن مین فی زمانناخود ہی اپنی مثال ہین، اور یہ قول ہندوستان کے مشہور ایڈیٹر حکیم برہم مرحوم کا جو اخبار مشرق کے مالک ہین بہت صحیح ہے کہ حضرت اکبر الہ آبادی اور حضرت شوق قدوائی کی نظم و نثر کی داد روح القدس سے ملتی ہے۔

"عالم خیال" کے پہلے نمبر پر ہندوستان کے جلیل القدر فاضل مسٹر مشیر حسین قدوائی بیرسٹر کا نہایت عمدہ ریویو نکل چکا ہی، جسکو دیکھ کر میری زبان سے بیساختہ یہ الفاظ نکلے کہ حضرت بیرسٹر کے سخن فہمانہ خیالات، محققانہ اشارات اور حکیمانہ نکات نے اس نظم کے فلسفہ کی نہایت ہی فصیح، بلیغ اور لطیف شرح کردی ہی، اگر حضرت بیرسٹر کے ادیب قلم سے ریویو کی روشنی نہ پھیلتی تو نظم کی بلندی تک بعض کوتاہ بین نظرین پہنچ بھی نہ سکتیں، اور سلسلۂ نظم کا قائم کرنا تو عموماً دشوار ہوتا۔

"عالم خیال" کے دوسرے رُخ پر مسٹر محمد سلیمان بیرسٹر ایٹ لا کا ریویو نکلا، وسیع الخیال اور قابل بیرسٹر نے جن لطافتون اور نزاکتون کی شرح کی ہی، اُن کو دیکھ کر نظم اور ناظم دونون کو لاجواب اور یکتا کہنے مین ذرا بھی تامل کی وجہ نہین ہے

انگریزی تعلیم اور یورپ کے نظارے سے فطری مذاق پر جلیقی وسعت نگاہ کی ان دونون فاضل محقق بیرسٹرون نے دکھائی ہی، معمولی مذاق کے آدمیون سے یہ ممکن

نہین جیسا حق سخن حضرت مصنف نے ادا کیا، ویسا ہی حق شرح دونون جلیل الشان فاضل بیرسٹر صاحبان نے علمی قلمو کے دونون رفیع القدر اہل قلم بالاتفاق اِس بات کو تسلیم کر رہے ہین کہ انسانی جذبات اور فطری خیالات کی ایسی مسلسل نظمین انگریزی مین بھی نہین ہین اور اس دلفریب طرز کے موجد حضرت شوق قدوائی ہی ہوے، جن کے کمال سخن اور زور کلام نے علمی اور فطری نظمون سے ہندوستان کے سخن فہمون اور پاکیزہ خیالات رکھنے والے سخن سنجون سے تحسین آفرین کی آوازین بلند کرا دین۔

بقول نامور ادیب حضرت برہم کے اس زمانہ مین یہ فخر ہمارے صوبۂ متحدہ ہی کو حاصل ہو کہ اس مین لسان العصر حضرت اکبر اور سحر البیان حضرت شوق قدوائی دو یکتائے سخن موجود ہین۔ مین کہتا ہون خدا اِن دونون کو نظر بد سے محفوظ رکھے اِنھین دونون سے اس وقت ہندوستان کی اُردو شاعری اصول علمی اور لطافت زبان کے ساتھ اوج کمال پر پہونچی ہوئی اپنے خوشنما منظر دکھا رہی ہے۔

"عالم خیال" کے دو رُخ اعلیٰ درجے کے قابل بیرسٹرون نے لے لیے۔ اب مین بحیثیت ایک وکیل کے نمبر سوم کا مُدعی ہون یعنی مین نے عالم خیال کے تیسرے رُخ پر ریویو کے لیے قلم اُٹھایا ہو۔

یہ نظم دوسرے رُخ سے دست و بغل ہے یعنی شوہر کی جانب سے اُسکی فرقت نصیب زوجہ کے خط کا جواب ہے پہلا شعر ہے ؎

تمھارے خط کو دیکھ کر نظر اسی مین گھر گئی   تمھاری شکل خط کے ساتھ پتلیون مین پھر گئی
خط کو دیکھ کے جوش محبت سے نظر کا اسمین گھر جانا اور اسکے لکھنے والے کی شکل کا پتلیون مین
پھر جانا اس سے زیادہ فطری جذبے کا اظہار ہو سکتا ہے، نہ اس سے زیادہ فصیح الفاظ مین
خط اور پتلیان ان دونون کی محبتانہ کشش نظم سے پیدا ہو سکتی ہے۔ شاعر نے لطیف
بیان کا خاتمہ کر دیا اور حرفون سے محبت کی مجسم شکل دکھا دی اس خط کے الفاظ سے
کیا حالت نظر آئی؟ اس حالت کا مصور یہ دوسرا شعر ہے ؎

ہر لفظ لفظ خط کا درد غم کی داستان ہے   قلم تمھارا دل بنا۔ بول اُٹھا زبان سے
عورت کے درد فرقت کا اثر شوہر کے دل پر الفاظ سے بڑھ گیا۔ وہ الفاظ کون ہین؟
وہ ہین جنکو قلم نے عورت کا دل بنکر اپنی زبان سے ادا کیا ہے؟ اس شعر کا دوسرا مصرع
ترکیب کی خوبی اور زبان کی فصاحت کے ساتھ اس قدر بلاغت کو لیے ہوے ہے
اور اتنے وسیع مطالب کا گنجینہ ہے کہ اسکی پوری شرح کسی فرقت زدہ کا دل ہی کرے
تو کرے، قلم نہین کر سکتا۔

عورت کی درد انگیز حالت کو سمجھ بوجھ کے شوہر کس خوبی سے عورت کی دلجوئی کا
پہلو لیے ہوئے اُسکے شکوون اور اُسکی بیچینیون کو تسلیم کر رہا ہے ؎

تمھارے سب گلے بجا۔ تڑپ بجا۔ الم بجا   تمھاری سب شکایتین تمھاری ہی قسم بجا
اس قسم سے عورت کے دل پر یقین کا اثر جس لطف سے ڈالا گیا ہے اُسکو اہل فہم ہی
سمجھ سکتے ہین، اور محاورے کی نفاست نے زبان کا جو مزہ پیدا کیا ہے اُسکو زبان دانون کے

دلون سے پوچھیئے۔

اظہار اضطراب کے بعد شوہر نے عورت کے اس بیان کا، جو عورت کے لکھے ہوئے خط مین ہے کہ وہ سرطرح ٹہل ٹہل کے رات کاٹتی ہے، ذیل کے شعر سے جواب دیا ہے ؎

اُدھر ٹہل کے شب کٹے ادھر تڑپ کے شب کٹے
یہ سوچ شام ہی سے ہو کہ دیکھیں رات کب کٹے

دوسرا مصرع کتنا پاکیزہ خیال لیے ہوے ہے، اور کس لطف سے اس فطری حالت کو ظاہر کر رہا ہے جو اضطراب کے وقت پیش آتی ہے اور جسکی لازمی صورت یہ ہے کہ انسان شام ہی سے بیقرار ہو ہو کے صبح کے جلد نمودار ہونے کی تمنا کرے۔ یہ طے شدہ کلیہ ہے کہ فرقت زدہ پر رات بھاری ہوتی ہے سبب یہ ہے کہ دن کو مختلف شکلون کا نظارہ خیالات کو کچھ نہ کچھ اِدھر اُدھر بہلاے رہتا ہے اور رات کو سب خیالات سمٹے ہوئے مصائب فرقت کے ہجوم مین گھر جاتے ہین۔

اس شعر کے بعد چار اشعار اس بات کو ظاہر کر رہے ہین کہ "تھا راجین مین تھا اور میری خوشی تم تھین" فراق سے دونون کی راحتین اضطراب ہوگئین اب نہ وہ ہنسی ہے، نہ وہ روح کی تازگی البتہ یہ نقشہ ہے ؎

شباب۔ رنگ حسن۔ اُنکی صورتین بگڑ گئین
گھرون مین لوٹ پڑ گئی تو بستیان اُجڑ گئین

یہ شعر اظہار حالت کیساتھ زبان کی پاکیزگی بیان کی فصاحت، اور مثال کی خوبی کو جس لطف سے دکھا رہا ہے، یہ نفاستین شاعر کی سحرالبیانی کی نہایت پُراثر تصویرین ہین۔

فطرت انسانی کا یہ قاعدہ ہے کہ کثرت رنج کے مصائب کو جھیلتے جھیلتے اُسکے خیالات حسرت کے ساتھ اسباب آسایش کے جُویا ہوتے ہین اسباب آسایش کی جستجو کے پانچ مسلسل اشعار جو سحر البیان سخن سنج نے اس موقع پر کہے ہین اور جن مین تخئیل لطیف کمال فن فصاحت کلام اور جدت معنی آفرینی کے ساتھ حسرت کا ایسا پُر درد نقشہ کھینچا ہے جس سے بہتر اور جس سے زیادہ پُر اثر اُردو کی نظمون مین آجتک میری نگاہ سے نہین گذرا۔ وہ اشعار یہ ہین ؎

جہان کوئی دوسرا جو غم سے پاک ہو کہین
تو ہم تم اس جہان سے نکل چلین ہین وہین

یہان ہزار آفتین انھین مین دل گھرا کرین
یہان ہزار گردشین انھین مین سر پھرا کرین

وہ ملک چل کے ڈھونڈھ لین جہان نہ آسمان ہو
جہان نہ اُسکے ظلم سے مصیبتون مین جان ہو

جہان نہ ہو اجل کہ وہ اسکو اس کا داغ دے سکے
جہان زمین بھی نہو کہ گور منھ مین لے سکے

جہان نہ کوئی فکر ہو نہ بھوک ہو نہ پیاس ہو
جہان نہ مین اُداس ہون جہان نہ تم اداس ہو

یہ قدرت کلام اور ایسے دل کو ہلا دینے والے پُر تاثیر مضامین جو سلاست بیان کیساتھ حضرت انسان کے خیال کو مسخر کر کے اپنی جانب کھینچ لین فی زماننا حضرت شوق قدوائی ہی کے قبضے کی چیزین ہین۔

عورت نے خط مین لکھا تھا کہ بیساختہ میرے آنسو ٹپک پڑے اور خط کے حرف بگڑ گئے مین مجبور ہون۔ شوہر کس لطیف شعر سے جواب دیتا ہے ؎

تمھارے آنسوؤن کے داغ خط مین جسجگہ پڑے
وہ خط سے میرے دلمین آکے داغ بنکے رہ پڑے

مین کہتا ہون کہ اس سے بہتر شعر اس موقع کے لیے ہو ہی نہین سکتا۔ دیکھیے سیدھے سادے الفاظ ہین لیکن اپنی فصاحت اور ترکیبون کی لطافت سے شعر سہل ممتنع کی تعریف مین داخل ہوگیا۔ خوبی بالائے خوبی یہ کہ چند مختلف مطالب کو صرف ایک شعر مین ادا کردیا ہے۔ اگر زبان اور کلام پر قدرت کاملہ نہوتی تو یہ مطالب بجائے ایک شعر کے چند اشعار مین ادا ہو سکتے۔

عورت نے مصائب سے تنگ ہو کے اپنے خط مین لکھا تھا کہ اب مین زندگی سے درگذری موت کی تمنا کرون گی فطرت انسانی کا عام اور خیالات نسوانی کا خاص شیوہ ہے کہ رنج و غم کی کثرت اور مصائب کے ہجوم سے مجبور ہو کے حیات کو مصائب کا ذریعہ قرار دے کے اسکی تمنا ظاہر کی جاتی ہے۔

مرد نے کس لطیف اور فصیح پیرایہ مین دعائے درازی عمر کے ساتھ عورت کو جواب دیا ہے ؎

تھاری عمر ہو دراز اجل کا نام چھوڑ دو لحد کے مُنھ مین خاک مُنھ سے یہ کلام چھوڑ دو

"لحد کے مُنھ مین خاک"، اِس پر لطف محاورے نے جو نفاست اس شعر مین پیدا کی ہے قابل لحاظ ہے۔

عورت نے خط مین یہ بھی لکھا تھا کہ تم میری لحد پر آکے سبزے کو دیکھنا وہ نرم اور ہرا رہے سوکھ کر خار اور مجھ پر بار نہو جائے۔ وفادار مرد نے کس مزے کا جواب دے کے اُسکے خیال کو کدھر سے کدھر پھیرا ہے ؎

ہوا لحد کے سبزے کی بھرے نہ پھر دماغ مین   ہی سبزہ نرم اور ہی تمھارے خانہ باغ مین

یہ خانہ باغ کی جانب انتقال ذہنی شاعر کی کمال معنی آفرینی کی صاف شہادت ہی معمولی شاعر کا دماغ ایسے مقام تک پہنچ ہی نہین سکتا۔ اس لطیف تخیل کے علاوہ یہ شعر اوّل سے آخر تک دلچسپ محاورات کے سانچے مین ڈھلا ہوا ہی۔

چونکہ عورت شکستہ دل ہی اب مرد کو اس امر کا یقین دلانے کی ضرورت ہوئی کہ وہ اُسے بھولا نہین ہی اور اُسکی محبت کو دل و دماغ مین جگہ دیے ہوئے ہی ان مطالب کو وہ جن فصیح اور دلآویز الفاظ مین جن اُلفت خیز خیالات کے ساتھ ظاہر کرتا ہی یہ حسن بیان حضرت شوق قدوائی ہی کی سخن سنجی کے قبضۂ قدرت مین ہین دوسرے کو حاصل نہین ؎

نہ بھولنے کی تم ہو شے نہ تم ہو چھوٹنے کی شے   قسم خدا کی تم ہو دل مین اور دل تمھین مین ہے
نظر مین کھپ کے نور بن کے تم مری نظر مین ہو   جمال بن کے دل مین ہو خیال بن کے سر مین ہو

پہلے شعر مین دوسرا مصرع بلاغت معنوی سے لاجواب ہے، اور دوسرے شعر مین جتنے ٹکڑے ہین سب جواہر کے ٹکڑے ہین۔

شوہر نے عورت کی محبت کو اپنے جذبات قلبی کے ساتھ ظاہر کر کے اُسکی یاد کو تازہ رکھنے کی جو تصویرین کھینچی ہین، یہ اُردو کی شاعری مین حضرت قدوائی کی سحر البیانی کے سوا اور کسی کے قلم سے کھنچی ہوئی نظر نہین آئین۔ گویا فطرت کے مجسم نقشے نہایت خوشنما اور دلفریب لباس مین پیش نظر ہین۔ وہ یاد دلانے والے نقشے حسب ذیل ہین، گو حسرت یاد کے متعلق بہت سے اشعار ہین، مین چند اشعار تحریر کرتا ہون ؎

تمھاری سسکراہٹون کو یاد کر رہا ہون مین — کھلیں نہ دانت اس ادا پہ صاد کر رہا ہون مین

ادائے خاص اور پھر لطف قافیہ دونون قابل صاد ہین۔

وہ بال کھول کر کبھی جھٹک کے سر کو تھامنا — لچک اٹھے بدن تو پھر لپک کے در کو تھامنا

عورتون کی عادت ہے کہ سر کے بالون کو کھول کے انکے بیچ کھولنے کو ہاتھون سے جھٹک دیتی ہین اس ادا کے ساتھ عورت کی فطری نزاکت کس لطف سے دکھایا ہی۔ یعنی جھٹکے سے سر کو صدمہ پہنچا تو سر کو تھام لیا اور جھٹکے کی حرکت سے (نازک) بدن لچکا تو لپک کے در کو تھام لیا۔

اس فصاحت، اس لطافت اور ایسی فطری حالتون کو اس نزاکت اور سقدر پاکیزہ ترکیب کے ساتھ ایک سیدھے سادے الفاظ کے شعر مین بیان کر دینا حضرت شوق قدوائی کی سحرالبیانی اور انتہائے قدرت کلام کی واضح دلیل ہی، گویا زبان پر ایسا مستحکم قبضہ ہے کہ جس ادا پر خیال کیا اسکی پوری شبیہ نظم سے پیش کر دی ؎

گلوریون کی صورتین وہ خوشنمائی نئی — سپید پان اوپر اور اندر اُسکے پستئی

لکھنؤ کی گلوریان ہین، پستئی پان لکھنؤ مین وہ کہے جاتے ہین جو نہ بہت ہری ہون نہ بہت سپید۔ خوش مزہ ہونے کے سبب سے عمائد مین انھین کا رواج ہی مگر گلوریونکی خوبصورتی کیلیے ایک پان بہت سپید اوپر رہتا ہی۔ شاعر نے کس فصاحت سے ان گلوریون کی اصل دکھائی ہی ؎

وہ ہار مجھ کو یاد ہی کہا تھا دیکھکر جسے — ہین موگرے کے پھول کم نہین پہنتی مین اسے

کرخت تو ہی سر مین درد ہوگا دور ڈال دو — نہین تو کامنی کے پھول چنکے تم نکال دو

کیا اس سے زیادہ زبان کی فصاحت اور ترکیب سخن کی لطافت کے ساتھ نازک دماغ عورت

کی فطری حالت کا اظہار سوا حضرت شوق قدوائی کے اور کوئی شاعر نظم کر سکتا ہے؟ اس وقت تو ہندوستان مین اور کوئی نظر نہین آتا آئندہ کا حال خدا جانے موگرے کے پھولونکی خوشبو ہلکی ہوتی ہے۔ اور کامنی کے پھولون کی بو کرخت۔ عورت کی فطری نزاکت کے ساتھ ان پھولون کی فطری حالت بھی دکھا دی ہے۔ دوسرے شعر کے ٹکڑے ایسے نگینے ہین جو سخن کو عرش معلےٰ پر لے گئے۔ سبحان اللہ سبحان اللہ،

زری کرپ سے وہ چڑھ کہ چبھتی ہو وہ خارسی
پسند صرف ململ اور گلبدن بنارسی

ہار سے دماغ کی نزاکت کا اظہار تھا، اور زری کرپ سے جسم کی نزاکت کا۔ اس شعر کے مصرعہ دوم کا قافیہ کیا لطف دے رہا ہے

اب چوڑیون سے ہاتھون کی نزاکت دکھائی جاتی ہے۔ حق یہ ہے کہ ذیل کے دونون اشعار موتیون کی دولڑیان ہین ؎

وہ چوڑیون کا پھیرنا کہا تھا دیکھ کر جنھین
چبھین جو انکے گوکھرو نہ پہنونگی کبھی انھین

کو ہول کے لائین ایسی چوڑیان بڑے میان
کہ تین تین بانکین چار چار ہون کر ملیان

لکھنؤ مین گوکھرو کی چوڑیان بہت خوشنما اور قیمتی بنتی ہین۔ لیکن ان کے گوکھرو ٹوٹ ٹوٹ کے ہاتھون مین چبھتے ہین اسی سبب سے نازک مزاج عورتین نہین پہنتیں۔

پہلے شعر سے ان چوڑیون کی حالت دکھائی گئی ہے اور دوسرے شعر سے سادگی کی ادا ظاہر کی گئی ہے۔ یعنی صرف بانکین اور کرملیان جو اپنی سادگی سے نزاکت کا پہلو لئے ہین "بڑے میان" کے الفاظ جو لطف دے رہے ہین زبان دان ہی اسکو سمجھ سکتے ہین

ایک عورت کی زبان سے یہ الفاظ کس قدر زیبا ہین اور معمولی بول چال کا بے تکلفانہ
مذاق کس خوبی سے ظاہر کر رہے ہین قلم سے اُنکی تعریف کہان تک کی جائے نگاہین
دیکھین اور دل لطف اُٹھائے۔

بانکین وہ چوڑیان ہین جنمین لہر ہوتی ہے اور کڑیلیان وہ ہین جنمین لہر نہین ہوتی
بیچ بیچ مین بانکین اور ادھر ادھر کڑیلیان پہنی جاتی ہین۔ تین تین اور چار چار کی تکرار
سے دونون ہاتھون کی چوڑیون کا اظہار کیا گیا ہے چونکہ عورتین ہمیشہ طاق کا شمار
چوڑیون مین رکھتی ہین اس وجہ سے سات سات چوڑیان دونون ہاتھون کے لیے
چاہی گئی ہین۔ اسدرجہ قوت بیانیہ از بانداران ذی فہم اس لطف بیان کا اندازہ
فرمائین کہ نظم کیا ہے گویا نثر مین بات چیت ہو رہی ہے۔

اب شوہر ایک اور دلچسپ واقعہ بیان کرتا ہے

گرا زمُرد ایک شب جو ٹوٹ کر بلاق سے تم اُسکو ڈھونڈھنے لگین چراغ لیکے طاق سے

یہ تخیل جو رُخ کے ایک واقعہ کی جانب پھیری ہے کمال شاعری پر دال ہے واقعہ کی تصویر کیسی
عمدہ اور کس لطیف اسلیت کیساتھ کھینچی گئی ہے۔ طاق کا قافیہ کتنا نفیس اور چراغ کی ضرورت سے
کیسا لپٹا ہوا ہے۔ یہ سخن سنجیان لاجواب اور یہ فطری ادائین بےمثل ہین زبان ہے کہ چلتا جادو
اب شوہر شایستگی کے ساتھ عورت کی طنزیہ نوک جھونک کا جواب دے کے قسمون کے ساتھ
اپنی محبت اور وفا کا اُسکو یقین دلاتا ہے
قسمیہ اشعار بہت ہین اور نہایت لطیف ہین مگر ہم بخوف طوالت چند اشعار

لکھ کے ارباب فہم کے فصاحت پیرا خیالوں اور بلاغت سنج ذوقوں کے سامنے پیش کرتا ہوں

قسم تمھاری پتلیوں کی جن کی ہر نظر بلا ۔۔۔ قسم تمھارے ابروؤں کی جن کے بس مین کربلا
قسم تمھارے دل کی جسمین بار ہا بھرا ہون مین ۔۔۔ قسم تمھارے وسوسون کی جنمین اب گھرا ہون مین
قسم تمھارے اس سخن کی طرز جسکا کام ہے ۔۔۔ قسم تمھاری اس چھری کی ناز جسکا نام ہے
قسم تمھاری اس ہنسی کی جس سے گل کھلا کرے ۔۔۔ قسم تمھاری بن بان کی مجھ سے جو گلا کرے
قسم شکن کی جب جبین پہ ناز اُسکو ڈالدے ۔۔۔ قسم صدا کی بات کو جب اُٹھ کے ساتھ ٹال دے
قسم ہے برہمی کی جسکو پھر کے رُخ عیان کرے ۔۔۔ قسم ہے خامشی کی جب نگاہ کچھ بیان کرے

ایسی نازک خیالیون کی دلفریب نظمین اُردو مین ابتک تو نظر نہین آئی تھین ہان! اب حضرت شوق قدوائی کی طباعیون اور جدت آفرینیون نے قوت بیانیہ کے اعجاز سے شاعری کے جسم مردہ مین نئی جان ڈالی ہے، اور یہ بات ثابت کردی ہے کہ اگر زبان اردو مین کمال اور قوت مقال حاصل ہے، تو مشکل مضامین اور نازک سے نازک خیالات کو فصاحت کے ساتھ نظم کر دینے کے لیے الفاظ اُردو مین کافی وسعت موجود ہے۔

"ریویو" طویل ہو گیا۔ اگرچہ نظم کی وسیع خوبیون کے ساتھ ابھی مختصر ہی ہے، خیر اب مین درمیانی اشعار کو چھوڑ کے اصل نظم سے متعلق آخر کا ایک لاجواب اور لاثانی شعر لکھ کے اس ریویو کو ختم کرتا ہون۔

عورت نے اپنے خط مین لکھا تھا کہ گھر مین انار کا پیڑ ہے اور اُس پر ہر روز پپیہے آتے ہین۔ وہ مجھ پر ترس کھا کے اور مجھے شرم سے چُپ پا کے تم کو (یعنی شوہر کو) پکارتے

ہین (یہ مطلب "پی کہان" کی آواز سے ہے) شوہر نے جواب مین لکھا ؎

پپیہے خوش ہین کہ روز وہ مجھے بلاتے ہین　　　جواب کہین وہ پی کہان تو تم کہو کہ آتے ہین

شوہر کی آمد آمد سے عورت کو تسکین دینے والا شعر اور پپیہون کے استفسار کا جواب کیا اس سے زیادہ لطیف فصیح، دلچسپ اور پُراثر ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہین! مصرع ثانی کا آخری ٹکڑا اس قدر لطیف ہے جس نے شعر کو اوج کمال پر پہنچا دیا ہے۔

اب مین ریویو کو ختم کرتا ہون اور خدا سے دعا مانگتا ہون کہ وہ حضرت منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کی عمر مین برکت دے، اور ہمیشہ نظر بد سے محفوظ رکھے اُن کی بدولت سرزمین سخن پر ایسے گران بہا موتی بکھر رہے ہین جن کو ارباب فہم و اصحاب مذاق لطیف کی نگاہین شوق سے چن رہی ہین۔

سید مقصود علی آسیونی

چوتھا رُخ

شوہر نے خط میں لکھا تھا کہ میں بیسویں دن آؤنگا آج بیسواں دن ہے عورت انتظار میں اپنے خیال سے باتیں کر رہی ہے

خط کو ہے بیسواں دن آج آئینگے وہ ضرور ہی
کیا میں کھنچی ہوئی رہوں "ان" کی نظر دُور رہی

"ان" کی صدا سنے تو پھر رہ نہ سکے جگر سے صبر
پا کے "انھیں" کبھی نہ ہو ترسی ہوئی نظر سے صبر

کیا میں جگر کو تھام لوں کیا میں نظر کو پھیر لوں
کیا "وہ" اُدھر سے آئیں تو رُخ میں اِدھر کو پھیر لیں

"اُن" کی کشش میں آ کے رُخ پھر نہ سکے تو کیا کروں
دل سے کروں جو زور میں دل جو جھکے تو کیا کروں

اور اگر نہ آئے "وہ" ہائے یہ شک ستم کا ہے
آ مرے دل میں او امید! وقت ترے کرم کا ہے

شک سے پڑی میں سوچ میں ڈرتی ہوں پاس آ نہ جائے
اُس سے ڈری ہوئی ہوں میں وہ مرے پاس آ نہ جائے

آتے ہی اس کا خیال کانپ اُٹھی ہوں ڈر کے میں
ورنہ یہیں دلمیں ورنہ آج بیٹھتی بند کر کے میں

یاس سے ہوں جلی ہوئی اسکو نہیں جھنکوں کبھی میں
ہٹ مرے دل سے او شک آج یاس ہے پڑی اٹھی میں

آئیں گے یا نہ آئیں گے دل مرا کاش بول دے
ناصح اگر نہ ہے تو یہ شک کی گرہ کو کھول دے

بول اُٹھا وہ میرا دل کہتا ہے آ رہے ہیں "وہ"
میرے لیے بہت سا چین تحفے میں لا رہے ہیں "وہ"

دیکھ رہی ہوں آرسی چہرے پہ رنگ آ گیا
دل نے کیا ہے سرخ رو، ورنہ کہاں سے آ گیا

دل کو ملا کہاں سے رنگ اس کو ملا امید سے
پائیگا یہ کچھ اور بھی آج ہی "ان" کی دید سے
کل مرے سر میں تھا جنون آج ہے کچھ غرور سا
کل مرے دل میں تھا ملال آج ہے کچھ سرور سا

اپنے لبوں پہ بار بار پاتی ہوں میں تبسم آج
خوش ہوا ہی مری لبوں کہتے ہوا وہ کچھ تم آج
گھر کی زمین جاگ اٹھی، صحن پہ نور چھا گیا
آئیں گے "وہ"، ضرور ہی مجھ کو یقین آ گیا

ناچ رہا ہی خوب آج سن کے ہوا ہی مور خوش
اسکو بھی مل گئی خبر پھرتا ہی کیا چکور خوش
آ کے پپیہے پیڑ پر اب جو کہیں گے "پی کہاں"
ان سے کہونگی ہنس کے میں بیٹھے ہیں دیکھو پی یہاں

دل تو خفا نہیں، مگر میری نظر جھکی رہے
بعد کو بات چیت ہو پہلے زبان رکی رہے
پا کے "انھیں" رکے زبان اسمیں کہاں یہ ضبط ہے
اسکو تو بول چال میں انکی زبان سے ربط ہے

ہنسنے کو میں ہنسوں مگر بن بھی سکوں گی یا نہیں
تنے کو میں تنوں مگر تن بھی سکونگی یا نہیں
بن کے شگفتگی خوشی رخ سے جو کھل پڑے تو پھر
لطف ہے ساتھ کر کے میل ان سے نظر لڑے تو پھر

ہونٹھ تو میرے بس کے ہیں ان کو سکھاؤں ڈھنگ میں
لیکن اڑاؤں کس طرح رخ سے خوشی کا رنگ میں
ترسی ہوئی ہیں پتلیاں چین سے کب رہ سکیں
شوق سے بیقرار ہوں گرچہ یہ کچھ نہ کہہ سکیں

دل یہ کہیگا میل کر لب یہ کہیں گے بول دے
حسن کہیگا ہاتھ سے تو مرے تنکو کھول دے
آپ ہی بڑھ چلیں گے پاؤں آؤنگی ہٹ کے سامنے
لائیں گی شوخیاں مجھے گھونگھٹ الٹ کے سامنے

مشکل کشش کی ہے بڑی دلکو جو روک تھام لوں
صبر کی دل میں ٹھان لوں جبر سے دل پہ کام لوں
بن کے بلا میں انکے سر آج پڑوں ضرور ہی
دل میں ہنسا کروں مگر منہ سے لڑوں ضرور ہی

خط میں گلے میں لکھ چکی اور گلوں میں لطف ہے
ہوگی مزے کی نوک جھونک گرچہ لڑائیوں میں لطف ہے

آنکھ مری جو اٹھ ہی جائے جلد نظر کو پھیر لوں — صرف نظر ہی کو نہیں بلکہ میں سر کو پھیر لوں

آئیں جو رُخ کی سمت "وہ" ہاتھوں سے منہ چھپاؤں میں — جھانک لے انگلیوں سے ہاں دیکھوں جو کچھ بتاؤں نہیں

دانت مرے دبائیں گے تاکہ رہے زبان بند — پکڑ "وہ" کہیں تو انگلیاں اٹھ کے کریں گی کان بند

ایک پلک سے دوسری بند رہے ملی رہے — جیسے انار کی کلی سوکھ کے بے کھلی رہے

نیچے کے لب پہ دانت ہوں اور نظر زمین پہ ہو — ہاتھ مرے جگر پہ ہو، اور شکن جبین پہ ہو

میرے لبوں پہ گر ہنسی آئے گی چھیڑ چھاڑ میں — ہاتھ میں لے کے پنکھیا منہ کو کروں گی آڑ میں

لب نہ ملیں خدا کرے میں جو انھیں ہلاؤں بھی — "ان" سے ملیں نہ چتونیں میں جو انھیں ملاؤں بھی

سر کو جو میں اٹھاؤں بھی تو نہ اٹھے جھکا رہے — دل کو جو میں بڑھاؤں بھی تو نہ بڑھے رُکا رہے

کچھ جو "وہ" دیں تو یوں نہ لوں لوں تو نہیں نہیں کے بعد — لاکھ رکاوٹوں کے بعد لاکھ چنا چنیں کے بعد

بول اٹھوں تو ہو جدا اُن سے روش زبان کی — وہ جو کہیں زمین کی میں کہوں آسمان کی

"وہ" مرے خط کی چٹکیاں یاد دلائینگے مجھے — چھیڑنے کو ہنسیں گے خود اور ہنسائیں گے مجھے

مکر سے بدگمان ہوں اپنی ہی کھوں ٹیک میں — لاکھ نہیں نہیں کریں اُن کی نہ مانوں ایک میں

دل جو نہ مانے تو انھیں ترچھی نظر سے دیکھ لوں — ہے کواڑ میں دراڑ جا کے اُدھر سے دیکھ لوں۔

مجھ سے "وہ" مانگیں پان نہیں دوں گی ضرور ہاں نہیں — پھیر کے منہ بڑھاؤں گی ہاتھ سے خاصدان میں

میری ادا کے جال میں کیا "وہ" الجھ ہی جائینگے — صاف ہیں دل کی عورتیں "یہ" "وہ" سمجھ ہی جائیں گے

آئی لبوں پہ وہ ہنسی یہ کہیں او ہنسائیں تو — لاکھ دباؤں میں مگر لب مرے کھل ہی جائیں تو

دل میں جو گدگدی سی ہو رک نہ سکے کبھی ہنسی — باتیں ہی یہ ہنسی کی ہیں آنے لگی ابھی ہنسی

اُف، مجھے اُس کا سوچ کیا؟ دل میں تو رنج ہی نہیں — اپنی وفا کو چھوڑ دے دل مرا ایسی شے نہیں

دل میں بسی ہوئی ہیں "وہ"، اس میں خیال انھیں کا ہے — دل ہے ہر وہ آئینہ جس میں جمال انھیں کا ہے

پھیلے ہیں روح بن کے وہ میرے تمام جسم میں — میری حیات ہیں وہی جان ہیں تمام جسم میں

اور مرے دل کی کشش کچھ اور تا کہ "وہ" کھنچ کے آ ہی جائیں — میں انھیں جلد پا ہی جاؤں "وہ" مجھے جلد پا ہی جائیں

جنگ گو ہو رہی ہے دیر اور وہ مزے کی بات ہے — دل کو لبھائے ناز سے حسن کی یہ بھی گھات ہے

اب تو یہ فکر ہے کہ آج کچھ تو سنگار چاہیے — ٹوٹ گیا ہے کل بلاق سونے کا تار چاہیے

شوق کے پاس بھیج دوں ایک ذرا سا تار کیا — دام نہ لیں وہ، تو نہ لیں تار کا ایسا بار کیا

ہاتھوں میں جو ڈبّا ہیں ہیں کم ٹوٹ کے گر گئیں کئی — آئیں گے اب تو میاں اُن سے منگاؤں گی نئی

مجھ کو بھی سادگی پسند اُن کو بھی سادگی پسند — پہنوں سپید ہی لباس ہوگا انھیں یہی پسند

بیلیں ہوں یا ہوں بوٹیاں جچتی ہیں کامدانیاں — چند دوپٹے پھاڑ لوں رکھی ہیں جامدانیاں

بیل کناری کی ابھی چوک سے میں منگا نہ لوں — لائی ہے اچھی ایک بیل اُسکو بھی ان میں بانہ لوں

بیل جو بن کی ہے مگر کچھ بھی نہیں کھلی خراب — ایک تو بنتی بُری، دوسرے تیسی خراب

کس سے منگاؤں بیل میں سب سے خفا ہیں لو آج — لڑکے گئے دلہن سے وہ بگڑے ہوئے ہیں تو آج

کیوں نہ کہوں بوا سے میں خود وہ بناتی ہیں کٹاؤ — چوک سے لیتی آئے وہ جائے جو لینے نان پاؤ

ہار میں گوندھ لوں اگر پھول ہوں خانہ باغ میں — اب کے برس تو سو گرا گھر میں کھلا نہ باغ میں

ہو ہی رہے گا یہ تو سب مجھ کو خیال ایک ہے — ساس چپ اور زبان چپ، نند ضرور نیک ہے

اُسکی ہی بس کی گانٹھ اور کوئی نہ ہو گی شہر میں — رکھی ہے منہ میں اک چھری اُس نے بجھا کے زہر میں

جب وہ جلن سے لال ہو گال ہون گرم دو لوکے
خود تو ہی لہسن اور دانت جیسے چھلے ہوے چوے

دیکھ کے یہ چیکٹ ناک وہ مرے رُدیپا سے جلے
ریت مین کوئی جسطرح جیٹھ کی دھوپ سے جلے

آج مجھے بھی ہی گھمنڈ طنز کا کچھ بھی غم نہین
اُسکو جو ہے کسی "پہ ناز مین بھی کچھ اس سے کم نہین

لیتی ہی دل مین چٹکیان کرتی ہی دل کا خون وہ
لاتی ہے گھر سے اپنے ساتھ میرے لیے جنون وہ

لے لو "حصہ" آ گئے بندی سنورتی ہی رہی
بن نہ پڑا اسکا کچھ حسد کیا کرتی ہی رہی

چوتھے رخ پر ایک نظر

"عالم خیال" کے نام سے سلسل چار نظمین منشی احمد علی صاحب شوق قدوائی کی تصنیف کی ہوئی مختلف رسالون مین اشاعت پذیر ہو چکی ہین جنکو ایک ہی زنجیر کی چار کڑیان کہنا زیبا ہے۔

حصۂ اول پر مسٹر مشیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لا نے حصۂ دوم پر مسٹر محمد سلیمان بیرسٹر ایٹ لا نے، اور حصۂ سوم پر سید مقصود علی صاحب آسیونی وکیل نے ریویو تحریر فرمایا ہی ہر ریویو اپنے حصۂ نظم کی شاعرانہ خوبیون اور اُسکے لطیف جذبات کا معقول شارح ہی اور اشعار کے ربط باہمی کو آشکارا کر کے ہر طرز بیان کی ضرورت کو عالم خیال سے ظہور مین لا رہا ہی۔

"قابل بیرسٹرون کے نظارے معمولی نہین ہین اُنکی وسیع نگاہین انگریزی کے مذاق فطری اور جذبات انسانی کو اپنے دماغون اور دلون مین مجتمع کیے ہوئے ہین اور اُن سے

فلسفیانہ خیالات کی جولانیاں فلسفہ اخلاق و معاشرت کے مراحل کو طے کر چکی ہیں جن کا میدان بہ نسبت اُردو و فارسی کے انگریزی علم ادب کی قلمرو میں وسیع تر ہے۔ لہٰذا اُن نظموں کی اُن خوبیوں پر جو فیصلے ان دونوں کے ہیں ناطق ہیں۔

ہر دو قابل بیرسٹر تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے جذبات کی مسلسل نظمیں انگریزی میں بھی نہیں ہیں اور ہر سہ ریویونگار تسلیم فرماتے ہیں کہ اُردو میں اس قسم کی دلفریب نظموں کے موجد حضرت شوق قدوائی ہی ہوئے ہیں جنھوں نے فصیح زبان، لطیف بیان، فطری جذبات اخلاقی خیالات اور ایشیائی طرز معاشرت کی دلکش ادا اُن کے ساتھ عفت مآب عورتوں کے جذبات دلی کو اسطرح دکھایا ہے کہ گویا زندہ صورتیں پیش نگاہ ہیں۔ آج یہ کمال سخن سرائی حضرت شوق قدوائی ہی کی ذات پر منحصر ہے، اور بس۔ اب مجھے ان ہر دو امور پر بحث اسکے اور کچھ رقم کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں قابل ریویونگاروں سے لفظ بہ لفظ متفق ہوں۔

جذبات انسانی اور فطری ہیجان طبعی پر فلسفیانہ اور سخن سنجانہ بحث فاضل بیرسٹروں نے ایسی قابلیت اور مہارت کے ساتھ کی ہے نیز مذاق سخن اور اُسکے نکات کو انھوں نے اور پھر سید مقصود علی صاحب نے اسقدر خوبی اور پر تجربہ دلائل کے ساتھ دکھلایا ہے کہ اس صنف پر بھی گنجایش تحریر زیادہ نہیں باقی رہی البتہ صرف ایک امر زمانہ حال کی سخن سرائی پر غور طلب ہے وہ یہ کہ قدیم طرز سخن کی اور جدید طرز سخن دونوں کی صورتیں اسوقت بگڑی ہوئی کیوں ہیں؟ میری رائے میں مطابع کی زیادتی اور رسالوں کی کثرت سے ذرائع اشاعت میں آسانی ہوئی ناواقفان فن سخن سرا بن گئے۔ رسالوں کے اڈیٹروں میں یا تو سخن سنج اور سخن فہم کم ہیں یا

صفحے بھرنے کو اگر ہی تو یہی سامان ہی۔ کرین کیا؟ لیکن پُر از اغلاط اور اصُول علم و فن سی متجاوز
نظمون کے شایع کرنے سے بجائے بہبود اُردو کے خرابی کے اسباب مُہیّا کئے جاتے ہین
اگر کبھی حشر شدنی ہی اور یہی شے یارائے سخن پائے گی تو زبان اُردو اور فن شعر کے خون
ناحق کا محاسبہ اُنھین حضرات سے ہوگا جو اغلاط اور بے اصولی سے اُن کے گلون
پر جہل کی چھُریان بے رحمانہ پھیر رہے ہین۔

خیر وہ ہزار مخرب ہون فن اُنکے زائل کرنے سے زائل نہین ہوسکتا ہر زمین فن و سخن
پر جناب شوق قدوائی کے سے یکتائے فن و سخن موجود ہین (خدا عمر مین بہت برکت دے)
جن کی سحر بیانی نے "حسن" اور "عالم خیال" نیز اور بہت سی فطری مذاق کی بیمثل
اور لاجواب نظمون سے سخن پرست دماغون اور نگاہون کو منور کر دیا ہی۔

اب مین ان مباحث سے رُخ کو اصلی نظم یعنی "عالم خیال کے چوتھے رخ" کی
جانب پھیرتا ہون جس کی لطافت اور خوبی بیان کی نزاکتون نے میرے دماغ اور
دل کو گرویدہ کر لیا ہی۔

شوہر نے خط مین لکھا تھا کہ مین آج کے بیسوین دن آؤن گا آج بیسوان دن ہی۔
عورت انتظار مین اپنے خیالات کے ساتھ باتین کر رہی ہے ؎

خط کو ہو بیسوان دن آج، "آئین گے" وہ ضرور ہی کیا مین کھنچی ہوئی رہون اُنکی نظر سی دور ہی
لفظ "ضرور" پر ہی "کا زور دے کے عورت نے اپنے یقین کو شوہر کے آج آنے پر مستحکم کر لیا
اب مصرعہ ثانی کی بنیاد "عالم خیال" کے دوسرے رُخ پر ہی۔ وہ عورت کا حسرتناک خطاب

جیسمین وہ بہت سے شکوے اور طنز آمیز گلے شوہر کو تحریر کر چکی ہے۔ اسوقت سوچتی ہے کہ کیا مین ان شکوون کی بنا پر شوہر سے کچھ اظہار کشش کرون اور دور دور رہون اس خیال کیساتھ ہی جوش محبت نے جو باعصمت عورات کا خاصہ ہے اُسکے دل کو تمنا کی جانب پھیر دیا اور وہ اپنے خیال سے یون اظہار مجبوری کرنے لگی ؎

اُن کی صدا اُسنے تو پھر ہو نہ سکے جگر سے صبر   پاکے "انھین" کبھی نہ ہو ترسی ہوئی نظر سے صبر

باعفت عورت جو مصائب ہجران مین سالہا سال سے مبتلا رہی ہے۔ یہ شعر اسکے جوش تمنا کی سچی حالت کا نقشہ کھینچ رہا ہے۔ "ترسی ہوئی"، کے الفاظ نے اور بھی تمنا کو قوت دی ہے۔

عورت نے پھر اپنے دل سے ایک ایسا سوال کیا ہے، اور خود ہی ایسا جواب دیا ہے کہ دونون کا لطف میرے دل کو جنبش مین لا رہا ہے۔ یعنی دل وجد کر رہا ہے۔ پہلا شعر سوال ہے اور دوسرا شعر جواب ہے ؎

کیا مین جگر کو تھام لون کیا مین نظر کو پھیر لون   کیا "وہ"، اُدھر سے آئین تو رُخ مین ادھر کو پھیر لون

اُنکی کشش مین آکے رُخ پھر نہ سکے تو کیا کرون   دل سے کرین تو زور مین دل جو جھکے تو کیا کرون

واہ وا! جناب شوق!! سبحان اللہ!! شعر کیا فرمائے ہین مُنھ سے موتی اُگلے ہین میری عمر کا زمانہ بھی اشعار کو دیکھتے ہی گذرا ہے۔ لیکن ایسے فصیح دلکش اور دلآویز اشعار جن مین فطری اداؤن کے ساتھ جذبات کوٹ کوٹ کر بھر دیے گئے ہون، سوا ان نظمون کے آج تک دیکھے نہ سنے۔

شعر اول اپنے مصرعۂ اولی سے کن فصیح اور سلیس الفاظ مین ارادۂ ضبط اور اُسکی صورت کا اظہار کر رہا ہی، اور مصرع ثانی اُدھر اور اِدھر کے الفاظ سے آنے اور رُخ پھیرنے کی کیا دلآویز ادائین دکھا رہا ہی۔

دوسرے شعر کی رفعت نے عرش معلی سے ٹکر کی ٹھہرا دی۔ مصرعۂ اولین جسکی کشش سے رُخ کے نہ پھر سکنے کا اظہار کر رہا ہی اُس کا لطف اصحاب معنی فہم کے قلوب اثر پذیر سے پوچھا جائے مصرع ثانی نے اور بھی قیامت کر دی۔ فرقت زدہ کا دل جو ناتوان ہو رہا ہی اُسکا زور کر کے تھک جانا۔ یہ ایسا حُسن بیان ہی کہ اس سے بہتر اس موقع کے لیے اور ہو ہی نہین سکتا۔ اس تھکنے کا نتیجہ نکلتا ہی کہ رُخ کھنچ کے سامنے ہو ہی جائے گا۔

اب بہ مقتضاے فطرت عورت کو وہم نے گھیرا کہ مبادا آج شوہر نہ آئے تو کیا کہتی ہی۔

اور اگر نہ آئے "وہ"، ہاے یہ شک ستم کا ہے ۔۔۔ آ مرے دلمین او امید وقت ترے کرم کا ہے
شک سے پڑی مین سوچ مین ڈرتی ہون یاس آ نہ جائے ۔۔۔ اس سے چڑھی ہوئی ہو نہین وہ مرے پاس آ نہ جائے
آتے ہی یاس کا خیال کانپ اُٹھی ہون ڈر کے مین ۔۔۔ در نہین دلمین وہ نہ آج بیٹھی ہی بند کر کے مین
یاس سے ہو رہی جلی ہوئی اسکو مین جھونکون بھاڑ مین ۔۔۔ ہٹ مرے دل سے او شک آج یاس ہے تو تری گڑھین

شعر اول کے مصرع اولی مین "ہائے" نے حسرت انگیز خیال مین جان ڈال دی ہی۔ مصرع ثانی مین اُمید پکاری گئی ہی۔ یہی ایک چیز ہی جس سے ایسی حالت مین قلب حزین تسکین پا سکتا ہی امید کو کرم کا وقت بتایا گیا ہی۔ وقت کا لفظ جو یہان ضرورت کے معنی دے رہا ہی اُس نے عجیب لطف پیدا کیا ہی۔ شعر دوم مین یاس سے خوف کا اظہار ہی جسکے خیال نے شعر سوم

مین وہ لطافت پیدا کی ہی جو باعتبار حالت اور باعتبار سخن سنجی جسقدر مصرع اولی سے صورت حال ہی اُسی قدر مصرع ثانی سے بلند پایہ ہی۔ یہ بیان کر دلمین دروازہ نہین ہی ورنہ آج بند کر کے بیٹھتی تا کہ پاس نہ آسکے، کتنا رفیع مضمون اور کیسا دلفریب ہی۔ شعر چہارم مین جو لطف جلی ہوئی ہ، اور جھونکون بھاڑ مین، ان دونون محاورون سے پیدا ہوا ہی جن سے عورت کی بے تکلفانہ بول چال پیش نگاہ ہی، اس لطف کی داد لوٹے لیجائے۔ اسی شعر کے مصرع ثانی مین شست یہ کہکر مٹایا جاتا ہی کہ پاس تیری آڑ مین ہی مضمون اور قافیہ دونون کمال مضمون آفرینی کے قطعی دلائل ہین معمولی شاعر کا خیال نہ اتنی بلندی تک پہنچ سکتا نہ اُسکی زبان بندش مضمون کے واسطے ایسے فصیح اور سلیس الفاظ پاسکتی ہی۔ یہ قدرت کلام قوت بیان، اور لطف زبان جناب شوق قدوائی ہی کے مفتوحہ اور مقبوضہ ممالک ہین۔ ان مین انھین کا سکۂ سخن چل رہا ہی، اور بس۔

اُسکے بعد عورت نے اپنے دل سے سوال کیا ہی، اسکا دل بول اُٹھا کہ آرہے ہین اور بہت سا جہین ہیر ے اسلئے تحفہ مین لا رہے ہین۔ یہ معنی آفرینی کے لحاظ سے کیسا نیا، اور واقعے کے اعتبار سے کس قدر دلچسپ تحفہ ہی۔ عورت کا دل اُنکے آنے کی خبر دیچکا، تو اپنے یقین کا استحکام کیسے کیسے مسرت خیز خیالات سے کرتی ہی، اور کیا کیا فرحت انگیز شگون لیتی ہے ؎

دیکھ رہی ہون آرسی چہرے پہ رنگ آگیا — دل نے کیا ہی سرخ رو۔ ورنہ کہان سے پاگیا
دل کو ملا کہان سے رنگ اسکو ملا اُمید سے — پائیگا یہ کچھ اور بھی آج ہی اُن کی دید سے
کل مرے سر مین تھا جنون آج ہی کچھ غرور سا — کل مرے دل مین تھا ملال آج ہی کچھ سرور سا

اپنے لبون پہ بار بار، پاتی ہون مین تبسم آج — خوش ہوا ہے مری لبو کہتے ہو اور کچھ تم آج
گھر کی زمین جاگ اُٹھی صحن پہ نور چھا گیا — آئین گے "وہ" ضرور ہی مجھ کو یقین آ گیا

آرسی مین چہرے کے رنگ کو دیکھ کے کہتی ہے کہ یہ اُمید سے ملا ہے رنگ امید کو شعرا نے الفاظ مین تو دیکھا ہوگا، مگر جناب شوق قدوائی نے اسے چہرے پر نمایان کر دیا۔ گویا یہ رنگ حضرت ہی کے سخن لاجواب کے واسطے وضع کیا گیا تھا۔

شعر سوم مین لفظ غرور جو لطف اور بلند معنی دے رہا ہے اُسکی ادا بار اے قلم سے زیادہ ہے اور اسی کے برابر کا قافیہ سُرور ہے جسکا سرور دل سخن فہم سے پوچھا جائے۔ عورت کی فطرت کا خاصہ کہ شوہر پر اُسکو گھمنڈ ہوتا ہے، اس فصیح اور لطیف شعر نے ظاہر کر دیا۔

شعر چہارم مین لبون پر بار بار تبسم کا آنا بیان کیا گیا ہے۔ یہ بھی مسرت دلی کی فطری روش ہے۔ اسی شعر کے مصرع ثانی مین لبون کی جانب مخاطب ہو کے یہ کہنا کہ "کہتے ہو اور کچھ تم آج"، کس قیامت کا ٹکڑا ہے۔ اسکو جواہر کا ٹکڑا نہین بلکہ دل کا ٹکڑا کہنا چاہیے اور اُس کا مزہ بھی وہی دل پا سکتا ہے جسکو چاشنی مہر و وفا کے ساتھ چاشنی سخن بھی نصیب ہوئی ہو۔ صرف انھین چھ الفاظ کی شرح لکھنے کا قصد کیا جائے تو دماغ ششش و پنج مین پڑ جائے کہ کہان تک اظہار مطالب کرون۔

عورت نے شوہر کے آنے کا یقین دل کی شہادت اور شگون سے بہر طور کر ہی لیا اب وہ ان نازون کی جانب اپنے خیالات کو منتقل کرتی ہے جن کو وہ کام مین لانا چاہتی ہے فی الحقیقت قدرت نے عورت کے دل و دماغ کی ترکیب ہی مین نازون کو داخل کر دیا ہے

اور یہی ادائین ہین جو حرکات کرشمہ پرداز سے حسن کو قوت جاذبہ دے کے مردون کے دلون پر مقناطیسی کشش کا اثر ڈالتی ہین۔ کیسی ہی حسین عورت کیون نہو اگر اس کی ادائین دلفریب نہین ہین تو قوت جاذبہ نگاہون سے گذر کر دلون پر کم اثر انداز ہو سکتی ہے۔ حضرت حافظ شیراز علیہ الرحمہ نے کیا خوب فرمایا ہے۔ ع

بندۂ طلعت آن باش کہ آنے دارد

حسن کا مسئلہ فلسفیانہ ایسا وسیع ہی جسکی تحریر کا یہ موقع نہین جسکو شوق ہو وہ جناب شوق قدوائی کی مثنوی "حسن" کو دیکھے جسمین حسن کا وسیع فلسفہ ایسی رنگینی سے بیان کیا گیا ہی کہ گویا گلہائے رنگا رنگ چمن زار اوراق پر کھلے ہوے ہین۔ اور اس مثنوی کے فلسفہ کی تشریح حضرت برق بی اے (آن جہانی) نے دیباچہ مین نہایت معقول کی ہی جس سے بلیغ مسائل کا فصیح بیانات سے انکشاف ہو گیا ورنہ بہت لوگ مثنوی کو دیکھ کے فہم نکات سے محروم رہتے۔

بہرحال عورت نے قصد کر لیا کہ وہ دلفریب ادا ؤن کا جال شوہر پر ڈالے گی اب وہ کہتی ہی کہ

دل تو خفا نہین مگر میری نظر جھکی رہے	بعد کو بات چیت ہو پہلے زبان رکی رہے

اُسکی محبت و وفا، اور سرشت نیک نے اُس سے یہ کہلا دیا کہ وہ دل سے خفا نہین ہی اگر وہ اس امر کو ظاہر نہ کردیتی تو ضرور اس کا برتاؤ قابل حیرت قرار پاتا، اس لیے کہ شوہر اپنے خط مین (جو سلسلۂ عالم خیال کا قیصر رخ ہی) عورت پر یہ ظاہر کر چکا ہی کہ وہ مجبوری ایک مدت دراز تک پردیس مین رہا، نہ کہ بانداز بیوفائی، اور اسی خط مین وہ چند در چند

شکلون سے عورت کی محبت اور اُس کی دلخوش کن یاد کا اظہار کرکے اُسکو تشفیان دے چکا اور یہ وعدہ تحریر کرچکا ہے کہ آج کے بیسوین دن وہان پہونچے گا۔

اداہاے دلفریب کا اظہار بہت سے اشعار مین کیا گیا ہے۔ لہذا اب مین بجاے اسکے چند اشعار تحریر کرون گا، تاکہ ریویو بہت طویل نہ ہو جائے۔

اب عورت اداہاے نازآفرین پر خیالات کو یون دوڑا رہی ہے ؎

ہنسنے کو مین ہون مگر ہنس بھی سکون گی یا نہین	تننے کو مین تنون مگر تن بھی سکونگی یا نہین

عورت اپنے جوش محبت اور ولولۂ تمنا کا اندازہ کرکے غور کرتی ہے کہ اظہار کشش کا تصنع اس سے بن بھی پڑیگا یا نہین۔ یہ پس وپیش اُس فطری خیال پر مبنی ہے جو اوہام کی کشمکش سے پیدا ہوتا ہے اور شدت قلب سے کشش مصنوعی کے مغلوب ہو جانے کا وسوسہ یون ظاہر کرتی ہے ؎

بنکے شگفتگی خوشی رُخ سے جو کھل پڑے تو پھر	لطف کے ساتھ کرکے میل اُن سے نظر لڑے تو پھر
ہونٹھ تو میرے بس کے ہین انکو سکھاؤن جنگ مین	لیکن اڑاؤن کسطرح رُخ سے خوشی کا رنگ مین
دل یہ کہے گا میل کر لبت کہین گے بول دے	حسن کہیگا ہاتھ سے تو مرے رُخ کو کھول دے

شعر اولین مین شگفتگی کا چہرے سے کھل پڑنا کیا لطف پیدا کر رہا ہے یہ بالیقین فطری مسرت ہے شعر ثانی مین ہونٹھون کو تعلیم جنگ مگر رُخ سے رنگ خوشی کے نہ اڑ سکنے پر مجبوری ایسی شاعرانہ لطافتین اور نازک خیالانہ مضمون آفرینیان ہین جو جناب شوق قدوائی ہی کے دماغ سحر آفرین اور زبان سحر البیان کے واسطے اس زمانہ مین مخصوص ہین ؎

اب یہ شعر ملاحظہ ہو جو فصاحت، نزاکت، اور اداے فطرت کا ایک گنجینہ ہے ؎

بن سکے بلا مین ان کے سرآج پڑون ضرورہی   دل مین ہنسا کرون گر منہ سے لڑون ضرورہی

بن کے بلا یہ ٹھکرملا قلب ادا شناس کو جو مزہ دے سکتا ہی اُس کی حد نہین بیان کیجا سکتی زبان

کیا ہی معدن جواہر ہی مصرعہ ثانی ہو بہو تصویر فطرت ہی۔ اسکے بعد وہ کہتی ہی ؎

کچھ جو ڈ دین تعیون نہ لون۔ لون تو نہین بنین کے بعد   لاکھ ٹکا دلون کے بعد لاکھ چنان جنین کے بعد

مین کہہ چکا ہون کہ زبان معدن جواہر ہی۔ "یہ چنان جنین" کا قافیہ اسی معدن جواہر کا

ایک لعل بے بہا ہی۔ اس موقع پر بہت سے پرلطف اور ادا ہائے دلفریب کے اشعار ہین

لیکن خیال طوالت مانع تحریر ہی۔

اب عورت اس خیال پر مائل ہوئی کہ یہ تو جو کچھ ہوگا ہوگا ۹ آج مجھے سنگار تو

ضرور کرنا چاہیئے۔ کیسا طبعی خیال ہے کہ جو عورات کی سرشت مین گویا ودیعت ہے

سنگار کے واسطے طرز شوہر پسند اور اشیاے مناسب کے فراہم کرنے کا انتظام وہ اپنے تصورات سے

کرنے لگی۔ اسی درمیان مین اُسکو ایک خیال نے گھیر لیا، جسکا اظہار وہ یون کرتی ہے ؎

ہو ہی رہیگا یہ تو سب مجھ کو خیال ایک ہے   ساس "چپ اور زبان چپ" نند فرورنیک ہے

اسکے ناقص تر ادا پر بیساختہ اُسکی زبان کچھ کہنے کو تھی، مگر بہ پاس ادب اس نے "چپ

اور زبان چپ،، کہکر روک دیا۔ فطری بیساختگی کو لحاظ ادب سے کیا لطیف شکل اور کن

عمدہ الفاظ سے روکا ہی کہ سبحان اللہ۔ نند سے وہ بہت جلی ہوئی ہے اس سے اظہار

کدورت "فرورنیک ہی،، ان طنزیہ الفاظ سے کیا گیا ہی۔ یہان نند کی نسبت جو خیالات

اُس نے ظاہر کیے ہین اسکے دو لاجواب شعر ذیل مین رقم کرتا ہون ؎

اسکی سی بس کی گانٹھ اور کوئی نہو گی شہر مین — رکھی ہے منہ مین اک چھری اُسنے بجھا کے زہر مین
جب وہ جلن سے لال ہو گال ہون گرم دو توے — خود تو ہے لہسن اور دانت جیسے چھلے ہوئے چوے

مصرع اولین کا محاورہ زبان اور اُسکے مصرع ثانی کی نفاست بیان اور لطافت معنی ملاحظہ ہو
شعر دوم مین دونون گالون کی نسبت یہ وہم انگیز مثال کہ جلکے گرم ہون تو دو توے
ہوجائین قابل داد ہے۔ اور اسی شعر کا مصرع ثانی اپنی دونون تشبیہات سے لاثانی اور
لاجواب ہے یعنی (نند) خود لہسن ہوا اور اُسکے دانت چھلے ہوئے چوے ہین۔ کیا جوہر
کہ اس سے بہتر ہو اور نہین ہوسکتی تشبیہات بھی کتنی جدید ہین۔ "چھلے ہوئے کے" الفاظ نے
چوؤن کی ہیئت کذائی دکھا دی۔ دانتون کے واسطے یہ تشبیہ جدید کس قدر موزون ہے
ذیل مین عورت نند کے حسد کا حاصل ظاہر کرتی ہے۔

دیکھ کے یہ چمک دمک مرے رُوپ سے جلے — ریت مین کوئی جس طرح جیٹھ کی دھوپ سے جلے

کیا لطافت اور کیا فصاحت ہے کہ ان دونون خوبیون کیلیے یہ نظم سرمایۂ نازش ہے۔ چمک دمک
کو دیکھکے جلنا۔ اے سبحان اللہ مصرع ثانی تخیل جدید اور لطف بیان کی رفعت پر پہنچکے
عرش معلی سے باتین کرنے لگا۔ ریت مین جسکی حدت مشہور ہے۔ اسمین جیٹھ (ماہ ہندی)
کی دھوپ سے جلنا۔ اللہ رے کلام فصاحت نظام۔ یہ قدرت کلام اور قوت بیان ہے جو
بیان کو اوجِ سما پر لیے جارہی ہے معمولی شاعر کا خیال بھی ریت اور جیٹھ کے الفاظ
لاجواب تک رسا نہین ہوسکتا۔

اس کے بعد سب سے آخری شعر ہے جو قلب اثر پذیر کے لیے ایک عجیب اور

لطیف حیرت انگیز حالت پیش کرتا ہے۔ عورت اپنے منصوبوں ہی میں تھی کہ شوہر آگیا تو وہ
کس حسرت مگر کس نفیس پیرایہ میں کہتی ہے ؎

ابھی تو حضور آ گئے بندی سنورتی ہی رہی — بن نہ پڑا سنگار کچھ۔ حوصلہ کرتی ہی رہی

بندی کا لفظ کیا محاورے کا لطف دے رہا ہے۔ یہ شعر استعجاب تحیر اور حسرت کی ایسی
دلکش تصویر ہے کہ دل بیساختہ اسکی تاثیر کو قبول کرتا ہے۔

میں نے جسقدر داد دی ہے یہ ایسی بلند پایہ اور لطیف نظم کو دیکھتے بہت کم ہے
جسقدر اسکی لطافتیں اور کششیں جو فطری جذبات سے بھری ہوئی ہیں دلکو مسخر
کرتی ہیں اسقدر داد دل ہی دے سکتا ہے۔ زبان خامہ مجبور ہے حضرت حکیم برہم نے
بہت صحیح بات تحریر فرمائی کہ جناب شوق قدوائی کے سخن کی داد روح القدس سے
ملتی ہے یعنی انسان کے قلم اور زبان سے اس یکہ تاز میدان سخن اور سخن گستر سحر البیان
کے اصناف سخن کی داد پوری نہیں ہو سکتی۔

میں ریویو کو ختم کر چکا۔ آخر میں خدا سے یہ عاجز دعا مانگونگا کہ وہ جناب شوق قدوائی کی عمر
دراز کرے اور جسقدر لطف ہم مشتاقان سخن کو ان کی لاجواب نظموں سے حاصل ہوتا ہے اسی قدر
لطف حیات ان کو حاصل رہے۔ آج ملک ہند میں ایک یہی تو ہیں جنکی سخن سنجیوں سے
گلہائے رنگا رنگ سے سرزمین سخن گلزار شاداب بنی ہوئی ہے اور جنکی آب و تاب در لاجواب نظموں کے
سلسلے سے عقد مروارید کی دولت بے بہا خزینہ اردو کو حاصل ہو رہی ہے۔

سید شبیر حسن

تمت بالخیر